www.Paksociety.com

عمران سیریز

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

شوگی پاما

مظہر کلیم ایم۔اے

www.paksociety.com

www.paksociety.com

www.Paksociety.com

عمران سیریز

شوگی پاما

مظہر کلیم ایم۔اے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

کیپٹن شکیل بڑی مستعی سے لیبارٹری والے میدان سے دور ایک درخت پر بیٹھا دوربین لگائے ڈیوٹی دے رہا تھا۔ عمران کی کار اندر جاتے اس نے دیکھ لی تھی اور اس کی رپورٹ اس نے واچ ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایکسٹو کو دے دی تھی۔

اب شام ہو رہی تھی اور وہ اس ڈیوٹی سے قدرے اکتا گیا تھا کیونکہ سارا دن درخت پر بیٹھے بیٹھے اس کے پٹھے اکڑ گئے تھے وہ چاہتا تھا کہ درخت سے اتر کر کچھ دیر لیٹے۔ لیکن ایکسٹو کا حکم وبال جان کیطرح تھا۔

جب وہ ملٹری سیکرٹ سروس میں تھا تو اس نے ایکسٹو کے بارے میں کافی شکایتیں سنی تھیں لیکن وہ ان سب کو انسانوں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا اس کا خیال تھا کہ اگر وہ ایکسٹو کی ماتحتی میں چلا جائے تو دو دن میں ایکسٹو کو نقاب سے باہر نکل آنے پر مجبور کر دے گا۔ لیکن اب جب وہ اتفاق سے ایکسٹو کی ٹیم میں شامل ہو گیا تھا تو اس کو وہ تمام افسانے حقیقت نظر آ رہے تھے ایکسٹو کے معاملے میں وہ ابھی تک کچھ بھی نہیں سمجھ سکا تھا۔

اس نے اپنے طور پر کوشش بھی کی تھی لیکن وہ قطعی ناکام رہا۔ لیکن وہ اس ٹیم میں شامل ہو کر خوش تھا کیونکہ اس نے ایکسٹو کو بہت شاندار باس پایا تھا۔

اپنے ماتحتوں کی ہر تکلیف کا خیال رکھتا تھا اور ٹیم میں اسے صفدر عمران اور جولیا بہت اچھے لگتے تھے۔ بحیثیت دوست بھی اور بحیثیت ذہین آدمیوں کے بھی وہ ان کی شخصیتوں کا قائل تھا۔ عمران کا تو وہ گرویدہ ہو چکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس جیسا بہترین شخص اس نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ پہلے چند دن تو وہ اسے ایک بے وقوف سا آدمی سمجھتا رہا لیکن ماکازہ نگاہ کے کیس میں جو اس ٹیم کیساتھ اس کا پہلا کارنامہ تھا وہ اس کی صلاحیتوں کا دل کھول کر اعتراف کر چکا تھا۔ اس نے دیکھا کہ عمران ہر قسم کی سچوئشن کو بخوبی ہینڈل کر سکتا

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM

www.Paksociety.com

ہے۔ وہ ٹیم کے چند ممبروں کیطرح عمران کی بکواس سے اکتاتا نہیں تھا۔ بلکہ عمران کی بکواس اس کے لئے ہمیشہ دلچسپی کا باعث بنی رہی۔

اچانک وہ اپنے خیالات سے چونک پڑا کیونکہ اس نے لیبارٹری کا دروازہ زمین سے ابھرتے دیکھا اس نے تمام خیالات اپنے ذہن سے جھٹک دیئے اور چوکس ہو کر دیکھنے لگا۔ دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک چھوٹی سی کار باہر نکلی پھر دوروازہ مین میں دھنس گیا۔ اس نے جلدی سے ٹرانمیٹر پر ایکسٹو کو اس کے بارے میں اطلاع دی اور وہاں سے تعاقب کی اطلاع پاکر وہ پھرتی سے درخت سے اترا اور بھاگتا ہوا نزدیکی جھاڑیوں میں چھپی ہوئی کار میں بیٹھ گیا اور پھر کار تیزی سے ناہموار میدان میں اچھلتی کودتی مین روڈ پر آگئی۔ اس نے جگہ ہی ایسی منتخب کی تھی کہ اگر کسی کا تعاقب بھی کرنا پڑے تو وہ اس سے پہلے مین روڈ پر پہنچ جائے۔

اسے معلوم تھا کہ ابھی ڈاکٹر جوہر کی لیبارٹری سے نکلنے والی کار اس سڑک پر نہیں پہنچی ہو گی۔ کیونکہ لیبارٹری کی ہائی روڈ کافی طویل تھی اس لئے اس کی کار آہستہ آہستہ رینگتی رہی پھر بیک مرر پر اسے مطلوبہ کار تیزی سے اپنی طرف آتی دکھائی دی۔ ایک لمحہ اس کے ذہن میں خیال آیا کہ کار روک کر اس سے پٹرول کی درخواست کرے تاکہ وہ آسانی سے کار چلانے والے کی شکل دیکھ سکے پھر اس نے یہ خیال بدل لیا۔ کیونکہ اس طرح وہ اس کار والے کی نظروں میں رہ جاتا اور تعاقب میں اس کی کار دیکھ کر سمجھ جاتا۔ چنانچہ کار کی رفتار بدستور ویسی ہی رہی چند ہی لمحوں میں پچھلی کار تیزی سے کرتی ہوئی آگے نکل گئی۔ اس نے کار چلانے والے کی ہلکی سی جھلک دیکھ۔ جب آگے جانے والی کار سے فاصلہ آگے بڑھ گیا تو کیپٹن شکیل نے بھی کار کی رفتار بڑھادی۔ اور ایک مخصوص فاصلہ دیکر اگلی کار کا تعاقب شروع کر دیا۔ دونوں کاروں نے مختلف سڑکیں پار کیں اور پھر دونوں کاریں شہر کی مصروترین سڑک پر آگے پیچھے دوڑنے لگیں اچانک آگے جانے والی کار ایک بہت بڑے میڈیکل سٹور کے سامنے رک گئی۔ اس میں سے ایک دوہرے بدن کا معمر آدمی باہر نکلا اور سٹور میں داخل

ہو گیا کیپٹن شکیل نے بھی اپنی کار فٹ پاتھ کیساتھ کھڑی کر دی اور اس آدمی کا سٹور سے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ آدمی ہاتھ میں ایک بنڈل اٹھائے سٹور سے باہر نکلا اور پھر اس کی کار دوبارہ سڑک پر تیزی سے بھاگنے لگی۔ اب اس کا رخ شہر سے باہر سوئی لائنز کیطرف تھا۔ جہاں امرا اور افسروں کی شاندار کوٹھیاں تھیں۔ پھر کار ایک بہت بڑی کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔

کیپٹن شکیل کی کار کوٹھی کے سامنے سے گزرتی چلی گئی۔ کوٹھی پر کوئی نیم پلیٹ موجود نہیں تھی۔ کیپٹن شکیل نے کافی فاصلے پر جا کر کار کھڑی کر دی۔ اور خود پیدل کوٹھی کیطرف چل پڑا۔

کوٹھی کا عظیم الشان پھاٹک بند تھا۔ دیواریں چونکہ کافی بلند تھیں اس لئے ان کے اندر دیکھنا ناممکن تھا۔ کیپٹن شکیل نے سوچا کہ کوٹھی کے اندر جا کر دیکھے۔ لیکن ایکسٹو نے صرف تعاقب کرنے کے لئے کہا تھا اس لئے اس نے ایک درخت کے نیچے جا کر ایکسٹو کو کال کرنا شروع کر دیا تاکہ اس سے نئی ہدایات لے سکے لیکن کافی دیر کی کوشش کے باوجود رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ اور کیپٹن شکیل نے ایک طویل سانس لیکر ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

اب اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ کوٹھی کے اندر جا کر معلوم کرے گا۔ چنانچہ وہ تیزی سے چلتا ہوا کوٹھی کی پشت پر پہنچ گیا۔ یہ وہ کوٹھی نہیں تھی جس میں وہ جولیا کا تعاقب کرتے ہوئے آیا تھا۔ آخر پشت کی دیوار میں اسے مطلوبہ جگہ مل گئی۔

دیوار کے ساتھ ساتھ کوئی مطلوبہ درخت بھی نہیں تھا۔ جس کے ذریعے وہ کوٹھی میں کود جاتا۔ چنانچہ اس نے پشت پر گندے پانی کا گٹر دیکھ کر اس گٹر سے اندر جانے کا فیصلہ کر لیا۔

لیکن یہ دیکھ کر اس کی امیدوں پر اوس پڑ گئی کہ گٹر کا سوراخ موٹی جالی سے بند تھا۔ اس نے ایک بار پھر ادھر ادھر کا جائزہ لیا لیکن کوئی اور صورت نظر نہ آئی۔ آخر اس نے فیصلہ کر کیا کہ اسی پر زور آزمائی کرے۔ اس نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.Paksociety.com

زمین پر لیٹ کر سلاخوں سے زور آزمائی شروع کر دی۔ کافی دندھیرا اپھیل چکا تھا اس لئے فی الحال دیکھے جانے کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ لیکن کے باوجود وہ اپنے گردو پوش سے کافی محتاط نظر آ رہا تھا۔ کافی دیر کی زور آزمائی کے بعد وہ جالی اکھاڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے لئے اسے اپنے جسم کی پوری قوت استعمال کرنا پڑی۔ پھر وہ سمٹ سمٹا کر اندر گھس گیا۔ کپڑوں پر دھبے تو پڑ گئے تھے۔ لیکن اس نے پرواہ نہ کی اور تیزی سے اصل عمارت کیطرف چلا۔ اس نے پاؤں سے جوتے اتار کر جیب میں ڈال دیئے اور پھر گندے پانی کے پائپ کے ذریعے وہ تیزی سے چھت کیطرف چڑھنے لگا۔ چند ہی لمحوں میں وہ چھت پر پڑا زور زور سے سانس لے رہا تھا۔ اور پھر وہ اٹھ کر نیچے جانے کا راستہ ڈھونڈنے لگا اسے مشرقی کونے میں سیڑھیاں نظر آ گئیں۔ اس سے اتر کر وہ ایک گیلری کی چھت پر جا پہنچا۔ وہاں کمرے کے روشندانوں کی قطار تھی۔

ایک روشندان میں سے روشنی باہر آتے دیکھ کر وہ احتیاط سے اس کیطرف بڑھا۔ جیب سے نقاب نکال کر اس نے منہ پر چڑھا لیا اور پستول ہاتھ میں لیکر وہ روشندان سے اندر جھانکنے لگا اسے حُرت کا ایک شدید جھٹکا لگا کیونکہ کمرے میں ایک بہت بڑی میز کے گرد چھ نقاب پوش بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے درمیان ایک ٹیلیویژن نما مشین موجود تھی وہ سمجھ گیا کہ یہ کوئی ٹرانسمیٹر ہو گا۔ وہ چپکے سے انکی حرکات دیکھتا رہا۔

اچانک اس نے انکو چونکتے دیکھا کیونکہ مشین کا پردہ روشن ہو گیا تھا اور پھر پردے پر ایک اور نقاب پوش کی تصویر ابھری وہ شاید کچھ احکام دے رہا تھا اور روشندان چونکہ شیشے کا تھا اس لئے ان کی آواز اس تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ اس نے چاہا کہ روشندان کھول کر ایک جھری بنالی تاکہ آواز بھی سن لے۔ لیکن روشندان اندر سے بند تھا۔ اس نے واچ ٹرانسمیٹر پر ایکسٹو سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ایک بار پھر ناکام رہا نہ جانے ایکسٹو کہاں چلا گیا تھا۔ وہ دوبارہ اندر کے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی اس پر اچھل پڑا ہو۔

اس کے پستول کی نالی شیشے کو لگی اور تڑاخے کی آواز سے شیشہ ٹوٹ گیا۔ وہ تیزی سے پلٹا لیکن یہ دیکھ کر اس کا دل جل گیا کہ وہ ایک چھوٹی سی چھپکلی تھی، جو دیوار سے نہ جانے کیا سوچ کر اس پر اچھلی تھی۔ اب وہاں رکنا بے کار تھا کیونکہ شیشے ٹوٹنے سے وہ لوگ چوکنا ہو چکے تھے۔ وہ اٹھ کر سیڑھیوں کیطرف بھاگا۔ لیکن آگے دروازہ بند تھا۔ شاید انہوں نے الیکٹرک سسٹم استعمال کیا تھا۔ اب وہ گیلری میں حقیر چوہے کیطرح پھنس چکا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے کہ اچانک روشندان سے برین گن کی نالیں بارہ آئیں اور پھر گیلری کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور دو نقاب پوش برین گنیں سیدھی کیئے سامنے آ گئے۔

"ہینڈز اپ۔ تم چاروں طرف سے گھر چکے ہو۔ اپنا پستول نیچے پھینک دو۔" ان میں سے ایک نقاب پوش نے گرجدار آواز میں کہا۔

ایک لمحے کے لئے اس کا دل چاہا کہ ان میں سے کم از کم ایک کو گولی مار دے لیکن پھر برین گنوں کو دیکھ کر اس نے ارادہ تبدیل کر دیا کیونکہ وہ بڑی آسانی سے چھلنی کیا جا سکتا تھا۔

اس نے پستول نیچے پھینک کر ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ ان نقاب پوشوں کے آگے چلتا ہوا اسی کمرے میں آن پہنچا ایک آدمی نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پیچھے باندھ لیا اور اسے ستون کے پاس کھڑا کر دیا مشین پر ایک بار پھر روشنی نمودار ہوئی اور غراتی ہوئی آواز نکلی۔

"اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔"

"جی ہاں۔" ان میں سے ایک نے مودبانہ جواب دیا۔

"اچھا میں خود وہیں پہنچ رہا ہوں۔ اس کی کڑی نگرانی کی جائے۔ "

اور وہ سب یہ سن کر اور بھی چوکنے ہو گئے۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد ایک شخص جس نے سر سے پیر تک چست سیاہ لباس پہنا ہوا تھا اور منہ پر ایک سیاہ نقاب تھا جس نے اس کا منہ اور سر سے پوری طرح ڈھک گیا تھا اسے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM

www.Paksociety.com

اندر آتا دیکھ کر وہ سب اٹین شن ہو گئے۔

اور وہ پر وقار انداز سے چلتا ہوا کیپٹن شکیل کے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا اور باقی نقاب پوش برین گنیں اٹھائے اس کے ارد گرد کھڑے ہو گئے۔

اس کا نقاب اتار دو

ان کے باس نے ایک نقاب پوش کو حکم دیا۔ اور نقاب پوش نے آگے بڑھ کر اس کے منہ سے نقاب کھینچ لیا۔

کیپٹن شکیل کو دیکھ کر تقریباً سب چونک پڑے۔ کیونکہ وہ سمجھ گئے تھے کہ یہی وہ نوجوان تھا جو ایک بار پہلے ان کی قید سے بھاگ نکلا تھا۔

اوہو۔ تو تم وہی ہو۔ کرسی پر بیٹھے ہوئے ان کے باس نے کہا۔

لیکن کیپٹن شکیل نے کوئی جواب نہ دیا۔

"بتاؤ تم کون ہو۔۔ اور کس گروہ سے تعلق رکھتے ہو۔ اچانک باس غرایا۔

اس کی آوازوں میں سینکڑوں درندوں کی غراہٹ تھی۔

کیپٹن شکیل جیسے مضبوط اعصاب والے کی بجائے اگر کوئی اور شخص ہوتا تو آواز سن کر ہی کانپ اٹھتا لیکن کیپٹن شکیل پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور وہ اطمینان سے کھڑا رہا۔

"اچھا۔ بتاؤ تمہارا ایکسٹو سے کیا تعلق ہے۔" باس نے دوبارہ پوچھا۔

"کیا میں شوگی پاپا سے مخاطب ہوں۔" کیپٹن شکیل کے ذہن میں اچانک خیال ابھرا اور اس نے پوچھ ہی لیا۔

"ہاہا۔۔ ہاں۔ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ تم سے شوگی پاپا مخاطب ہے۔ ورنہ سینکڑوں آدمی اس کی آواز سننے کی خواہش لیکر قبروں میں پہنچ گئے ہیں

"اب سیدھی طرح میرے سوالوں کے جواب دو۔۔ ورنہ تم جانتے ہو شوگی پاپا کسے کہتے ہیں۔" شوگی پاپا نے

دوبارہ کہا۔

"پوچھو۔" کیپٹن شکیل کچھ سوچ کر بولا۔

"ایکسٹو سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"میں ایکسٹو کی ٹیم کا ایک رکن ہوں۔" کیپٹن شکیل نے اطمینان سے جواب دیا۔

"تمہارا نام؟"

"ڈائمنڈ پرنس کے نام سے پکارا جاتا ہے۔"

"ڈائمنڈ پرنس۔۔ کیا مطلب؟"

"بس شروع ہی سے میں اس نام سے مشہور ہوں۔"

"ہوں۔۔ ایکسٹو کون ہے۔"

"یہ مجھے معلوم نہیں۔۔ مجھے اس ٹیم میں آئے ابھی چند ماہ ہی ہوئے ہیں۔"

"پہلے کیا کام کرتے تھے؟"

"ایک مقامی فرم میں مینجر تھا۔"

"یہاں کیسے پہنچے۔"

"ایکسٹو کی ہدایت پر اس کوٹھی کی نگرانی کر رہا تھا۔ پھر اپنے تجسس سے مجبور ہو کر اندر گھس آیا اور نتیجہ ظاہر ہے۔

"ایکسٹو کو رپورٹ کیسے پہنچاتے ہو؟"

"واچ ٹرانسمیٹر کے ذریعے۔۔ ایکسٹو خود ہی رابطہ قائم کرتا ہے۔"

اور پھر شوگی پاپا کے اشارے پر ایک نقاب پوش نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے گھڑی اتارنی چاہی۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM

www.Paksociety.com

اور اسی لمحے کے لئے کیپٹن شکیل نے سارا چکر چلایا تھا۔ کیونکہ ہاتھوں کی رسیاں اس نے کلائی میں لگے ہوئے بلیڈ کے ذریعے پہلے ہی کاٹ لی تھیں۔ کیپٹن شکیل کے ہاتھوں میں ایک چھوٹا سا کنگن ہر وقت موجود رہتا تھا۔ یہ کنگن اس نے ملٹری کے ایک مہم میں ایک افریقی سے تحفہ کے طور پر لیا تھا۔ کلائی کے ہلکے سے دباؤ سے اس کنگن کا بالائی حصہ کھل جاتا تھا اور اس میں سے ایک انتہائی تیز بلیڈ باہر نکل آتا تھا۔ جس کے ایک ہی وار سے آدمی کو موت کے گھاٹ اتارا جا سکتا تھا۔

افریقہ کے بومی قبائل کا یہ ایک مخصوص ہتھیار تھا۔ جس سے وہ شیروں کو چشم زدن میں ختم کر دیتے تھے اور اسی کنگن نے اس کے ہاتھوں کو رسیوں سے آزاد کر دیا تھا۔

چنانچہ جیسے ہی وہ شخص کیپٹن شکیل کے سامنے آیا۔ کیپٹن نے پھرتی سے اسے آگے رکھ لیا۔ اور وہ دوسرے ہاتھ کو اس کی گردن کے گرد لپیٹ لیا۔ وہ آدمی کافی کسمسایا لیکن کیپٹن شکیل کی گرفت مضبوط تھی۔

"برین گنیں نیچے پھینک دو۔۔۔ ورنہ میرے بازو کا ایک ہی جھٹکا اس کی گردن توڑ دے گا۔"

کیپٹن شکیل کی آواز انتہائی بھیانک تھی۔

تمام نقاب پوش گھبرا گئے۔ شاید وہ آدمی کافی اچھی پوزیشن کا مالک تھا۔

شوگی پاپا بھی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک لمحہ کے لئے شوگی پاپا چپکا کھڑا رہا۔

"جلدی کرو ورنہ۔۔۔"

کیپٹن شکیل غرایا اور بازو کو ذرا اور دبا دیا۔ اس آدمی کی آنکھیں باہر نکلنے لگیں۔

اور پھر شوگی پاپا کے اشارے پر نقاب پوشوں نے برین گنیں نیچے پھینک دیں اور پھر ان میں سے ایک نے دوبارہ برین گن اٹھانی چاہی کیپٹن شکیل نے پھرتی سے اس آدمی کو دھکا دے کر فرش پر گرا دیا۔ اور اچھل کر ایک آدمی کے لات ماری۔ کیپٹن شکیل کی لات کھا کر وہ شخص شوگی پاپا پر گرا۔

دوسرا آدمی کیپٹن شکیل کیطرف لپکا لیکن اس کی کلائی کے ایک ہی جھٹکے سے اس آدمی کی شہ رگ کاٹ دی اور اسے ایک چیخ مارنے کی مہلت نہ ملی۔ اب کمرے میں ایک زوردار جنگ چھڑ گئی وہ تعداد میں پانچ تھے اور کیپٹن شکیل اکیلا کمرے میں ناچتا پھر رہا تھا۔

اور پھر دوسرے آدمی کی گردن بھی آدھی کٹ کر جھول گئی۔ کیپٹن شکیل کی کوشش تھی کہ وہ کسی شخص کو برین گن نہ اٹھانے دے اور وہ اب تک اس میں کامیاب تھا۔ پستول شاید کسی کی جیب میں نہ تھا۔

اور پھر شوگی پاپا کیپٹن شکیل کے داؤیں آ گیا۔ اس نے بھی کنگن استعمال کرنا چاہا لیکن وہ بے انتہا پھرتیلا ثابت ہوا۔ اس کا وار خالی گیا۔

شوگی پاپا اس سے کسی جونک کیطرح لپٹ گیا۔ اس اثناء میں باقی نقاب پوش برین گنوں کیطرف لپکے۔

کیپٹن شکیل نے سوچا کہ اب جان بچائی جائے۔ چنانچہ اس نے شوگی پاپا کو اٹھا کر ایک نقاب پوش پر دے مارا۔ اور خود دروازے پر بھاگا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے باہر نکلتا چلا گیا۔ اس کے پیچھے گولیوں کی باڑ دروازے سے ٹکرائی۔

لیکن وہ دروازہ پار کر چکا تھا۔ اب وہ تیزی سے ایک برآمدے میں ہوتا ہوا کمپاؤنڈ میں پہنچ چکا تھا۔ بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سن رہا تھا۔ میں گیٹ کیطرف جانے کی بجائے وہ کوٹھی کی پشت کیطرف بھاگا۔

اور چند ہی لمحوں بعد وہ گٹر میں گھس کر باہر نکل چکا تھا۔ اور پھر وہ مختلف سڑکوں پر اندھا دھند بھاگتا ہوا اپنی کار کے پاس پہنچا۔ اور اس کی کار ایک ہی جھٹکے سے سڑک سے باہر نکل گئی۔

وہ کار کو اندھا دھند چلا رہا تھا۔ آخر مختلف سڑکوں سے ہوتا ہوا وہ شہر کی ایک بارونق سڑک پر پہنچ گیا۔ اس نے بیک مرر سے دیکھا لیکن تعاقب میں کوئی نہ پا کر اطمینان کی سانس لی۔

بہر حال وہ اپنی ذہانت اور فطری دلیری سے ایک خطرناک سچویشن سے بچ نکلا تھا۔ اب کار کا رخ اس کے فلیٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.Paksociety.com

کی طرف تھا۔

☆☆☆☆☆

عمران، شکیل اور صفدر تینوں ڈاکٹر جوہر کی لیبارٹری سے کافی فاصلے پر ایک درخت کے نیچے کھڑے تھے۔ کیپٹن شکیل کی رپورٹ پر ایکسٹو نے سول لائنز کی اس کوٹھی پر فوری چھاپہ مارا تھا۔ لیکن کوٹھی بالکل سنسان تھی مجرم اسے فوری طور پر خالی کر چکے تھے۔ ایکسٹو نے صفدر کو وزارت خاجہ کے دفتر سے فارغ کرا دیا تھا۔ کیونکہ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ شوگی پاما کے مقصد دراصل ڈاکٹر سے کوئی فارمولا حاصل کرنا ہے۔ لیکن کیا ڈاکٹر جوہر بھی مجرموں سے مل گیا ہے۔ کیونکہ کیپٹن شکیل کی رپورٹ سے صاف ظاہر تھا کہ۔۔۔ ڈاکٹر جوہر کی لیبارٹری سے کار میں سوار ہو کر اس کی کوٹھی تک گیا تھا اور عمران جانتا تھا کہ ڈاکٹر جوہر کی لیبارٹری میں سوائے ڈاکٹر جوہر کے اور کوئی نہیں ہوتا لیکن کیپٹن شکیل کو اس کوٹھی میں ڈاکٹر جوہر نظر نہیں آیا تھا اور پھر وہاں شوگی پاما بھی آدھ گھنٹہ بعد پہنچا تھا۔ اس کا مطلب تھا۔ وہ اس وقت کوٹھی میں موجود نہیں تھا۔

دوسری بات یہ سوچی جاسکتی ہے کہ ڈاکٹر جوہر کسی نقاب پوش کے روپ میں موجود تھا۔ تو پھر سارا کیس ہی ختم ہو جاتا تھا۔ کیونکہ پھر شوگی پاما کو اس فارمولے کے حاصل کرنے میں کیا دیر تھی۔ لیکن شوگی پاما کی اس ملک میں موجودگی اس بات کی وضاحت کرتی تھی کہ وہ ابھی تک فارمولا حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

عمران کے ذہن میں ایک خلش تھی کہ اصل راز کیا ہے۔ وہ ڈاکٹر جوہر سے بھی اس بارے میں نہیں پوچھ سکتا تھا کہ اس کار میں کون تھا کیونکہ اگر ڈاکٹر جوہر مجرموں سے ملا ہوا تھا تو مجرم یقیناً چونک پڑیں گے۔ کہ لیبارٹری کی نگرانی ہو رہی ہے اور یہ چیز عمران کے خیال میں ان کے خلاف بھی جاسکتی تھی۔ کیونکہ خدا اخدا

کر کے تو انہیں ایک لائن آف ایکشن ملی تھی۔ اگر وہ بھی ہاتھ سے گنوا بیٹھتے تو پھر اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہ جاتے اور مجرم اپنا کام کر جاتے۔ اب ان کا ارادہ تھا کہ وہ تینوں کسی طرح ڈاکٹر کی لیبارٹری میں گھس کر اندر کا جائزہ لیں۔ کیونکہ کل والے واقعہ نے ڈاکٹر جوہر کی حیثیت بھی مشکوک بنادی تھی۔

صفدر اور شکیل ایکسٹو کے حکم سے عمران کا ساتھ دینے آئے تھے۔ لیکن اب مسئلہ تھا کہ لیبارٹری میں جانے کا۔ اس کا کوئی حل کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیونکہ ڈاکٹر جوہر کے علم کے بغیر لیبارٹری کے اندر جانا تقریباً ناممکن تھا۔

"اب تم ہی کوئی طریقہ سوچو۔" صفدر نے سوچتے سوچتے اکتا کر عمران سے کہا اور عمران سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ کیپٹن شکیل بھی خاموش تھا۔ شاید وہ بھی دماغ لڑا رہا تھا۔

"تم ہی کچھ بتاؤ کیپٹن۔" عمران نے شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

کیپٹن شکیل چونک پڑا۔ "میرا تو خود دماغ سوچ سوچ کر ماؤف ہو رہا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہین آتا۔" کیپٹن شکیل نے کہا۔

"آج تمہاری ریڈی میڈ کھوپڑی سو رہی ہے کیا؟"

صفدر پھر عمران سے مخاطب ہوا۔ صفدر دراصل عمران کے ذہن سے بے حد مرعوب تھا۔ کئی مسائل جو بظاہر ناممکن نظر آئے تھے۔ عمران کے ذہن نے چٹکیوں میں حل کر دیئے تھے۔ اس لئے نفسیاتی طور پر صفدر کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ عمران ہر حالت میں اس کا حل سوچ لے گا۔ اور عمران کو خاموش دیکھ کر اس پر اکتاہٹ ہو رہی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ عمران جلدی سے کوئی حل سوچے تاکہ اس کے دماغ کو سکون پہنچے۔ لیکن عمران خود حیران تھا کہ آخر کونسی تدبیر عمل میں لائی جائے۔

عمران نے صفدر کا فقرہ سن کر چونکنے کی اداکاری کی۔

www.Paksociety.com

"اور کیا تمہارے فرشتوں سے کہہ رہا ہوں۔"

صفدر جل ہی گیا۔ اسے عمران کی بے وقت ایکٹنگ کبھی کبھی کھل جاتی تھی۔

"ہو سکتا ہے بھائی۔ بہت کچھ ہو سکتا ہے۔"

عمران نے مسلسل سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"لیکن تمہاری ریڈی میڈ کھوپڑی کوئی تجویز نہیں سوچ سکتی۔"

صفدر نے طنز کیا۔

"بھئی بات یہ ہے کہ میری کھوپڑی کے سیل ختم ہو گئے ہیں۔ بازار سے انگلش سیل ملتے نہیں اور دیسی سیلوں سے اپنی کھوپڑی پر الٹا اثر پڑتا ہے۔"

"ایک تدبیر سمجھ میں آتی ہے۔" کیپٹن شکیل اچانک بولا۔ اور وہ دونوں اس کیطرف متوجہ ہو گئے۔ "میرے خیال میں اگر ہم میں سے ایک اس میدان کے پاس جا کر مشکوک حالت کرے تو یقیناً ڈاکٹر جوہر کے علم میں آجائے گا۔ اور جیسے ہی وہ گرفتار کے لئے دروازہ سے باہر آئے باقی دو چھپ کر اندر چلے جائیں۔

"لیکن باقی دو کسطرح اندر جائیں گے ؟"

صفدر نے سوچتے ہوئے کہا۔

"تدبیر تو شاندار ہے۔ ہاں ارے اب میری ریڈی میڈ کھوپڑی نے بھی کام کرنا شروع کر دیا ہے۔"

"وہ مارا۔ بھئی واہ شکیل صاحب! آپ نے میری کھوپڑی مُں کرنٹ دوڑا دیا۔ ظالم سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ اب تو ہر چیز روزِ روشن کیطرح صاف نظر آرہی ہے۔"

عمران بولتا ہی چلا گیا۔

"کچھ بتاؤ گے بھی یا یوں ہی بے تکی ہانکے جاؤ گے۔"

صفدر نے جھنجلا کر کہا۔

"صبر پیارے صفدر صبر! ابھی تو میری کھوپڑی چالو ہوئی ہے۔ اور تم ابھی سے گھبرا گئے ہو۔ نبھا کرنے کے لئے تو ساری عمر پڑی ہے۔" عمران نے آنکھیں جھپکتے ہوئے کہا۔

اور کیپٹن شکیل نے زوردار قہقہہ لگایا۔ صفدر بری طرح جھینپ گیا۔

"اچھا۔ آپ تدبیر بتا رہے ہیں۔"

کیپٹن شکیل نے اصل موضوع کیطرف لاتے ہوئے کہا۔

"تدبیر۔ ارے میں تقدیر بتا سکتا ہوں۔ میں نے دس سال نجوم اور پامسٹری کا مطالعہ کیا ہے۔ اور دو سال پروفیسر علی عمران ماہر نجوم و پامسٹ کی حیثیت سے دوکان لگائی ہے۔"

عمران کی بکواس دوبارہ چالو ہو گئی۔ صفدر کو غصہ آگیا لیکن وہ کر ہی کیا سکتا تھا۔ عمران سے بازی جیتنا اس کے بس سے باہر تھا۔

"اچھا سنو۔ صفدر تم کار میں بیٹھ جاؤ۔ ہم تینوں ڈگی میں چھپ جاتے ہیں۔ میک اپ میں تو تینوں ہیں اس لئے پہنچانے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم کار چلا کر اس جگہ لے جاؤ جہاں ڈاکٹر کی لیبارٹری کا دروازہ ابھرتا ہے اور پھر کار سے نکل کر ادھر ادھر دیکھنا۔ مختلف مشکوک حرکات کرنا۔ اور جب لیبارٹری کا دروازہ ابھرنے لگے تو بھاگ کر گاڑی میں بیٹھ جانا اور پھر کار کو موڑ کر بھاگنے کی کوشش کرنا۔ لیکن یہ خیال رہے کہ خوامخواہ ظاہر نہ کرنا۔ ڈاکٹر تمہیں اپنے کسی سائنسی طریقے سے گرفتار کرنے کی کوشش کرے گا۔ تو کار بھی ساتھ ہی جائے گی اور اس طرح ہم دونوں بھی اس کی سے محفوظ اندر پہنچ جائیں گے اور پھر بعد میں جو بھی گزرے گی دیکھا جائے گا۔"

عمران نے بات بتائی اور صفدر اور کیپٹن شکیل کی ریڈی میڈ کھوپڑی پر یقین لانا ہی پڑا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

بہر حال صفدر کیپٹن شکیل کی ذہانت کا بھی معترف ہو گیا۔ جس نے اسکی تدبیر کے لئے راستہ بتایا تھا۔ اب وہ تینوں جھاڑیوں کی اوٹ میں کھڑی کار کیطرف بڑھنے لگے۔ صفدر نے اسٹیئرنگ سنبھالا۔ عمران اور کیپٹن شکیل ڈگی میں گھس گئے۔ ہوا کے لئے ڈگی میں ذرا سی درز رکھ لی گئی۔ صفدر نے کار اسٹارٹ کر کے جھاڑیوں سے نکالی۔

پھر کار تیزی سے ناہموار میدان کو عبور کر کے مین روڈ پر آ گئی۔ صفدر نے کار کی رفتار تیز کر دی۔ اب کار میں روڈ کا چکر کاٹ کر اس بائی روڈ پر چل پڑی جو سیدھی اس میدان کیطرف جاتی تھی۔ جہاں ڈاکٹر جوہر کی لیبارٹری موجود تھی۔ کافی آگے جا کر صفدر نے کار روک دی۔ اور خود کار میں سے باہر نکل کر پہلے تو غور سے ادھر ادھر دیکھا پھر زمین پر لیٹ کر آگے رینگنے لگا۔ پھر ایک جگہ اس نے جیب سے چھوٹی سی چیز نکالی اور اسے زمین پر رکھ کر غور سے دیکھنے لگا۔ پھر جلدی سے اس کو اٹھا کر جیب میں ڈالنے لگا اور پھر وہ دونوں ہاتھوں سے آہستہ آہستہ زمین کھودنے لگا۔ وہ کامیاب ترین ایکٹنگ کر رہا تھا۔ اچانک وہ آہستہ سے چونک پڑا۔ جب اس نے لیبارٹری کا دروازہ زمین سے ابھرتا دیکھا۔ لیکن فوراً ہی لاپرواہی سے زمین کھودنے لگا۔ جیسے اس نے اس طرف دیکھا نہ ہو۔

پھر جب دروازہ پوری طرح باہر نکل آیا تو وہ یکدم اچھلا اور کار میں بیٹھنے کے لئے بھاگا۔ اس نے کار بھی اسٹارٹ بھی نہ کی تھی کہ یکدم دروازے سے ایک فولادی جال اس پر آ پڑا اور کار گھسٹ کر اس دروازے کیطرف جانے لگی۔ تھوڑی دیر میں کار دروازے کے اندر داخل ہو چکی تھی۔ شکر یہ کہ الٹی نہیں تھی۔ بہر حال جیسے ہی دروازے میں پہنچی پھر خود کار لفٹ کے ذریعے وہ ڈاکٹر جوہر کے ڈرائنگ روم کے سامنے کھڑی تھی۔ اب جالی کار پر سے غائب ہو چکی تھی۔ اور ڈاکٹر جوہر کار کے دروازے کیطرف پستول کئے صفدر کو باہر آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ صفدر چپکے سے باہر نکل آیا۔

ڈاکٹر جوہر نے صفدر کو ہاتھ اوپر اٹھانے کے لئے کہا اور خود اس کی جیب میں ہاتھ ڈال کر اس کا ریوالور نکال لیا۔ اب وہ صفدر کو پستول کی نالی پر مجبور کر کے ڈرائنگ روم میں لے گیا۔ جیسے ہی صفدر اور ڈاکٹر جوہر ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔ عمران اور کیپٹن شکیل کار کی ڈگی سے باہر نکل آئے اور احتیاط سے ڈرائنگ روم کیطرف چل پڑے۔ ڈرائنگ روم خالی تھا۔ شاید ڈاکٹر جوہر صفدر کو آگے لے جا چکا تھا۔ وہ دونوں آہستہ سے ڈرائنگ روم میں گھس گئے۔ اور عمران نے دوسرے دروازے سے سر نکال کر آہستہ سے آگے دیکھا۔ تو ڈاکٹر جوہر صفدر کو لیکر ایک اور راہداری میں مڑ رہا تھا۔

اس نے کیپٹن شکیل کو اشارہ کیا اور دونوں دبے پاؤں ڈاکٹر جوہر کے پیچھے چل پڑے۔ وہ بے حد محتاط تھے۔ کہیں ڈاکٹر ان کے پاؤں کی چاپ نہ سن لے۔ اس طرح بنا بنایا کھیل بگڑ بھی سکتا تھا۔ ایک راہداری سے مڑ کر وہ ایک بہت بڑے ہال میں گھس گئے۔ یہاں ڈاکٹر نے صفدر کو ایک شیشے کے بنے ہوئے کیبن میں بند کر دیا۔ اور وہ ابھی مڑ ہی رہا تھا کہ اچانک عمران نے اچھل کر پستول کا دستہ زور سے ڈاکٹر جوہر کے سر پر مارا اور ڈاکٹر جوہر بغیر کوئی آواز نکالے فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

"ارے بودا آدمی نکلا یہ تو پہلے ہی وار میں ڈھیر ہو گیا۔" عمران نے اچھلتے ہوئے کہا۔

کیپٹن شکیل نے جھک کر ڈاکٹر جوہر کی نبض دیکھی کہ کہیں واقعی مر تو نہیں گیا لیکن شکر ہے ڈاکٹر صرف بے ہوش تھا۔ اب وہ اطمینان سے لیبارٹری کی چھان بین کر سکتے تھے۔ پھر عمران نے ڈاکٹر کو اٹھا کر ڈرائنگ روم میں لٹا دیا۔

ادھر صفدر شیشے کے کیبن میں بند شاید انہیں پکار رہا تھا۔ کیونکہ اس کے ہونٹ ہلتے تو نہیں نظر آ رہے تھے لیکن آواز نہیں آ رہی تھی۔

"پیارے صفدر۔ اب تم تو یہیں کھڑے رہو۔ ہم تو چلے۔"

www.Paksociety.com

عمران نے ہانک لگائی۔

مگر صفدر کے پلے کچھ نہیں پڑا۔

آخر عمران نے صفدر کو آزار کرانے کے لئے شیشے کے کیبن کو بغور دیکھنا شروع کر دیا۔ لیکن اس میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ نہ ہی کوئی ایسی چیز نظر آرہی تھی جس سے کیبن کے کھلنے کا جواز پیدا ہو سکتا۔ کیپٹن شکیل اور عمران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اور ٹھونک بجا کر شیشے کو دیکھ رہے تھے۔ لیکن شیشہ بھی بلٹ پروف تھا۔ آخر کیپٹن شکیل کو ایک جگہ ذرا سی ابھری ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے زور سے دبایا تو ایک ہلکی سی آواز سے کیبن کا ایک شیشہ علیحدہ ہو گیا اور صفدر باہر نکل آیا۔

اب وہ تینوں تیزی سے اس راہداری کیطرف بڑھے۔ جس کے ایک کمرے سے عمران نے خفیہ راستہ ڈھونڈا تھا۔ جب وہ اس کمرے میں پہنچے تو کمرے کا دروازہ ذرا سا بند تھا۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو کمرہ حسب معمولی خالی تھا۔ عمران نے فوراً اچھل کر روشندان کی مخصوص سلاخ کو کھینچا تو کمرے کی دیوار ہٹ گئی۔

وہ تینوں اس کمرے میں پہنچ گئے۔ جیسے ہی وہ اس کمرے میں پہنچے دیوار دوبارہ اپنی جگہ پر آگئی۔ اس کمرے میں اندھیرا تھا۔ عمران نے جیب سے ایک چھوٹی سی ٹارچ نکالی اور کمرے میں لگے ہوئے سوئچ بورڈ کیطرف بڑھ گیا۔ پھر بٹن دباتے ہی کمرہ روشنی میں نہا گیا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جس میں پرانے زمانے کا فرنیچر تھا۔ فرش پر ایک خوبصورت قالین بچھا ہوا تھا۔ اس کمرے کا اور کوئی دروازہ نہیں تھا۔ کمرے کے قالین پر ہلکی ہلکی گرد جمی ہوئی تھی۔ اور فرنیچر کا بھی یہی حال تھا۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ کافی دنوں سے اس میں کوئی نہیں آیا۔ عمران اور صفدر کیپٹن شکیل حیرانی سے کمرے کو دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا کہ اسے خفیہ طور پر بنایا گیا ہے۔ اب وہ سوچ رہے تھے کہ شاید اس میں کوئی اور خفیہ دروازہ ہو گا۔

چنانچہ وہ تینوں دروازوں کو ٹھونک بجا کر دیکھنے لگے۔ لیکن کافی دیر کی محنت کے باوجود بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر عمران کے ذہن میں ایک تجویز آئی۔ اس نے کیپٹن شکیل اور صفدر سے کہا کہ یہ صوفہ سیٹ ذرا دیوار سے لگا دیں۔ شاید قالین کے نیچے کوئی خفیہ راستہ ہو۔ چنانچہ سب نے مل کر ان صوفہ سیٹوں کو ایکطرف لگا دیا۔ اور جب انہوں نے اس قالین کو ہٹایا تو نیچے لکڑی کا ایک بہت بڑا تختہ فرش میں جڑا ہوا تھا۔ تھوڑی سی محنت کے بعد وہ تختہ اٹھانے میں کامیاب ہو گئے۔ نیچے ایک زینہ تھا۔ وہ زینہ ایک بہت بڑے ہال میں جا کر ختم ہو گیا۔ جہاں ہر طرف الماریاں ہی الماریاں تھیں۔ ایک الماری کو کھولا تو اس میں فائلیں تھیں۔ عمران نے جب ان فائلوں کو کھول کر دیکھا تو اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ کیونکہ ان میں بیش بہا فارمولے درج تھے۔ جو شاید ڈاکٹر جوہر کا آئندہ پروگرام تھا۔

باقی الماریوں میں سائنسی موضوع پر نادر ترین کتابیں تھیں۔ شاید یہ ڈاکٹر جوہر کی لائبریری تھی واقعی ایک سائنسدان کے لئے وہ ایک بیش بہا خزانہ کا درجہ رکھتی تھی۔ لیکن عمران کو مطلب کی کوئی چیز ان میں سے برآمد نہ ہو سکی۔ اس لئے وہ مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ اور پھر پہلے والے طریقے سے دوبارہ راہداری میں پہنچ گئے۔

"عمران صاحب! اتنی محنت کا نتیجہ کیا نکلا۔" صفدر نے منہ بنا کر کہا۔

"کل کے اخبار میں پڑھنا۔" عمران نے بھی منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" صفدر اخبار کا نام سن کر چونک پڑا۔

"مطلب یہ کہ نتیجے تو اخبار میں ہی نکلا کرتے ہیں۔"

عمران نے سادہ سا جواب دیا اور صفدر دوبارہ منہ بنا کر رہ گیا۔

اب وہ تینوں راہداری سے گزر کر ڈاکٹر جوہر کی لیبارٹری میں پہنچ گئے۔ لیبارٹری میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

بہت وسیع و عریض تھی اور بالکل ماڈرن سائنسی آلات سے مزین۔ عمران تھوڑی دیر ہر مشین کے پاس ٹھہرا لیکن پھر مایوس ہو کر سر ہلا دیتا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔ کہ آخر عمران کو کس چیز کی تلاش ہے۔ عمران کافی دیر تک لیبارٹری کے درمیان پڑی ہوئی میز کے پاس رک گیا۔ جس پر ایک بہت بڑی مشین تھی۔ عمران کافی دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے مایوسی سے سر ہلا دیا۔

"چلو چلیں۔"

اچانک عمران نے مڑ کر دونوں سے کہا۔

اور وہ تینوں لیبارٹری سے ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ ڈاکٹر جوہر ابھی تک بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

"اب لیبارٹری سے باہر نکلیں کیسے؟"

صفدر نے عمران سے پوچھا۔

"قصہ چار درویش کا پڑھا ہے۔"

عمران نے صفدر سے پوچھا۔

"قصہ چہار درویش کی یہاں کیا تک ہے۔"

صفدر نے حیرانی سے پوچھا۔

"نہیں ہے تو بنا دیں گے۔"

عمران نے درویشانہ انداز میں کہا۔

"آخر اس بے تکی ہانکنے سے تمہارا مطلب کیا ہے۔"

آج صفدر کچھ زیادہ ہی جھنجھلایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

"مطلب یہ کہ جس طرح چہار درویش قبرستان میں بیٹھ کر ایک دوسرے کو اپنی داستانیں سناتے ہیں اور ان

کی مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔ کیوں نہ ہم بھی یہی طریقہ اختیار کریں۔ شاید اللہ تعالیٰ باہر جانے کی کوئی سبیل بنا دے۔ یا کوئی بزرگ خضر ہمیں راستہ بتا دے۔"

عمران بولتا چلا گیا۔

"عمران صاحب! خدا کے لئے بور نہ کیجئے۔ ایک تو پہلے ہی خوامخواہ پریشانی اٹھانی پڑی اوپر سے آپ کی باتیں سن کر کان پک گئے ہیں۔"

صفدر نے عمران کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"فکر نہ کرو صفدر! ابھی کان ہی کچے ہیں کہیں ناک نہیں پکی۔ نہیں تو ہوا گرم ہو کر تمہارے اندر پہنچتی اور تم بھی عاشقوں کیطرح سینہ چاک کئے صحرا میں پھرتے نظر آئے۔"

عمران نے صفدر کو پھر گھسیٹنا شروع کر دیا۔

"عمران صاحب! میرے خیال میں باہر نکلنے کی کوئی ترکیب نکالنی چاہیے۔" آخر کیپٹن شکیل کو دخل اندازی کرنا پڑی۔

"یار کیا ضرورت ہے۔"

"یہاں بھی اللہ روزی دے ہی دے گا۔ خوامخواہ باہر جا کر ایکسٹو کے حکم سے بھاگ دوڑ کرتے پھریں۔"

عمران نے شکیل کو بھی نشانہ بنانا شروع کر دیا مگر کیپٹن شکیل عمران کی باتیں سن کر ہنس پڑا۔

"اچھا۔ تم یہیں ٹھہرو۔ میں ذرا لیبارٹری کا چکر لگا آؤں۔"

عمران نے مڑتے ہوئے کہا۔

"اب لیبارٹری میں جا کر کیا کریں گے۔"

صفدر چپ کا نہ رہ سکا۔

www.paksociety.com

www.Paksociety.com

"چلہ کھینچوں گا تکہ کالا جن آ کر ہمیں یہاں سے نجات دلائے۔"

یہ کہہ کر عمران لیبارٹری میں گھس گیا۔ وہ پہلے ہی چیک کر چکا تھا کہ کونسی مشین کے ذریعے لیبارٹری کا دروازہ کھلتا اور بند ہوتا ہے۔ یہ مشین کلاک سسٹم کیطرح بنائی گئی تھی۔ اس مشین پر وقت کا الارم لگا دیا جاتا۔ اور اس ٹائم پر دروازہ کھل جاتا یا بند ہو جاتا۔ اس سے یہ سہولت تھی کہ ڈاکٹر کو اگھر کبھی باہر جانا ہوتا تو وہ مشین کے مخصوص طریقے سے مخصوص وقت پر سیٹ کرا دیتا۔ اور اس طرح ڈاکٹر آٹو میٹک طریقے سے اندر باہر آجا سکتا تھا۔

عمران نے بھی پانچ منٹ کا الارم لگا کر مشین آپریٹ کر دی۔ اور پھر لپکتا ہوا ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد ان کی کار لیبارٹری سے باہر مین روڈ پر دوڑ رہی تھی۔

☆☆☆☆

آج جوزف کا موڈ صبح سے ہی خراب تھا۔ کیونکہ آج زندگی میں پہلی بار اسے شراب سے نفرت ہو گئی تھی۔ حالانکہ اب تک وہ اپنے حلقے میں شراب نوشی کے سلسلے میں مثال سمجھا جاتا رہا تھا۔ سارا دن وہ شراب پیتا رہتا تھا اور اگر اس کا بس چلتا تو رات کو نیند کے دوران بھی شراب پیتا رہتا۔ اگر کبھی ایسا موقع آجاتا کہ اسے چند گھنٹوں کے لئے شراب نہ ملتی تو وہ کیچوے سے بھی بدتر ہو کر رہ جاتا۔ اسے حیرت تھی کہ لوگ بغیر شراب پیئے زندہ کیسے رہتے ہیں۔ شراب اب اسکی زندگی بن کر رہ گئی تھی۔ یہ اور بات تھی کہ سارا دن لگاتار شراب پینے کے باوجود اسے نشہ نہین ہوتا تھا۔

لیکن آج اس کی طبیعت شراب پینے کو نہیں کر رہی تھی۔ عموماً انسان جس چیز کا استعمال بے انتہا کثرت سے کرے تو چند لمحے ایسے بھی آجاتے ہیں جب اسے اس سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اور یہی آج جوزف کیساتھ بھی

ہوا۔ اس نے صبح اٹھتے ہی شراب کا پیگ بنا کر حسب معمول پینا چاہا لیکنم جیسے شراب کا پیگ منہ کے نزدیک آیا اس کی طبیعت بدل گئی۔ اس نے شراب کا پیگ واپس رکھ دیا۔ اسے ایسے لگا جیسے وہ آج تک غلط کام کرتا چلا آیا ہے۔

شراب تو اس نے نہیں پی لیکن طبیعت پر نامعلوم اداسی چھا گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آخر وجہ کیا ہے۔ خواہ مخواہ طبیعت گھٹتی جا رہی تھی۔ اس نے سوچا شاید ایسا شراب نہ پینے کی وجہ سے ہو۔ اس لئے اس نے طبیعت پر جبر کر کے ایک پیگ اپنے اندر انڈیل لیا۔

آخر اس نے سوچا کہ آج شہر کی سیر کی جائے۔ کافی عرصہ ہوا تھا وہ شہر نہ جا سکتا تھا کیونکہ رانا پیلس کی چوکیداری اس کے سپرد تھی۔ جب تک طاہر و بلیک زیرو پیلس میں موجود رہتا وہ بڑی مستعدی سے پہرہ دیتا لیکن جب طاہر کوٹھی سے غائب ہوتا تو وہ بس سارا دن شراب ہی پیتا رہتا۔

آجکل طاہر کہیں غائب تھا۔ اس لئے اس نے شہر کی سیر کرنے کی ٹھانی اس نے ایک نیا خوبصورت سوٹ جو اسے پچھلی کرسمس پر عمران نے بنوا کر دیا تھا، الماری سے نکالا۔ اسے پہنا۔ دونوں ریوالور پینٹ کی سائیڈوں پر لگائے اور کوٹھی کو تالا لگا کر باہر نکل آیا۔

سوٹ اس پر بڑا جچ رہا تھا۔ شاندار کسرتی جسم، بلند و بالا قد اور مضبوط ہاتھ پاؤں ہونے کی وجہ سے وہ جسمانی طور پر بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔ پھر دونون سائیڈوں پر لگے ہوئے ریوالوروں نے اس کی وجاہت میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ وہ پیدل سیر کرتا ہوا دارالحکومت کی مصروف ترین سڑک پر نکل آیا۔ لوگوں کا ایک جم غفیر ہر طرف رواں دواں تھا۔ کاریں، سائیکلیں اور موٹر سائیکلیں سڑک پر تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ یہ نظارہ جوزف کے لئے اچھا اور دلچسپ ثابت ہوا۔ اور آہستہ آہستہ اس کی طبیعت پر چھائی ہوئی اداسی دور ہونے لگی۔ اور وہ اپنے آپ کو چاک و چوبند محسوس کرنے لگا۔ زندگی کی بھرپور روانی نے اس کی طبیعت پر اچھا اثر ڈالا۔ وہ دلچسپی

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.Paksociety.com

سے چاروں طرف دیکھتا ہوا ایک سڑک پر نکل آیا۔ جہاں کچھ سکون تھا۔ کیونکہ یہ علاقہ مین روڈ سے ہٹ کر تھا۔ اس سڑک پر اسے چند اچھے ہوٹل نظر آئے اس نے ایک ہوٹل کی وسیع و عریض بلنڈنگ پر نظر ڈالی اور کچھ سوچ کر اندر داخل ہوا۔ دربان اس کی وجاہت دیکھ کر بہت مرعوب ہوا۔ اس نے جھٹ سے دروازہ کھول کر سلام کیا۔

جوزف دل میں ایک فخر کا احساس لئے اندر داخل ہوا۔ ہوٹل کے ہال میں بیٹھے ہوئے جن لوگوں نے بھی اس پر نظر ڈالی وہ اس کی وجاہت سے مرعوب ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ عورتوں کی نظروں میں اس کے لئے خاص طور پر پسندیدگی کے تاثرات ابھر آئے۔ لیکن جوزف سب سے بے نیاز کونے میں رکھی ہوئی ایک خالی ٹیبل کیطرف بڑھ گیا۔ اس نے کرسی ذرا کھسکائی اور پھر مین گیٹ کیطرف رخ کر کے بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھتے ہی ویٹرس اس کیطرف لپکی

"اپ کے لئے کیا حاضر کروں۔"

خوبصورت ویٹرس نے سر کو جھکاتے ہوئے کہا۔

لیکن جوزف اسکی شکل دیکھتے ہی بھڑک اٹھا۔ اسے عورتوں اور بالخصوص خوبصورت عورتوں سے خدا واسطے کا بیر تھا۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا۔ ورنہ وہ دنیا سے عورتوں کا وجود ہی ختم کر دیتا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر ویٹرس سے کہا۔

"جاؤ کسی مرد کو بھیجو۔"

"مرد۔"

ویٹرس نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہاں مرد۔ میں کوئی یونانی نہیں بول رہا ہوں۔ جو تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ خوامخواہ نخرے کرنے

سے فائدہ؟"

جوزف کا موڈ پھر آف ہونے لگا۔

"لیکن مرد نامی کوئی چیز ہوٹل میں نہیں بکتی۔"

ویٹرس شاید جوزف کا مطلب نہیں سمجھی تھی۔

"تو کیا میں تمہیں خرید و فروخت کے لئے کہہ رہا ہوں۔"

جوزف ہتھے سے ہی اکھڑ گیا۔

"جی۔ جی۔"

ویٹرس گھبرا گئی۔

ہنگامہ ہوتے دیکھ کر سب لوگ اس طرف متوجہ ہو گئے۔ پھر مینجر بھی پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے ڈولی؟"

مینجر نے ویٹرس سے پوچھا۔

"یہ صاحب کہہ رہے ہیں مجھے مرد چاہیے۔"

ویٹرس نے پریشان لہجے میں مینجر سے حقیقت بیان کی۔

"کیا مطلب۔"

مینجر کیساتھ ساتھ دوسرے لوگ بھی حیرانی سے جوزف کو دیکھنے لگے

"اب آپ بھی مطلب پوچھنے آ گئے ہیں۔ یہ ہوٹل ہے یا بھٹیار خانہ۔"

جوزف نے مینجر کو آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر تم ہوش میں ہو یا نہیں۔ تمیز سے بات کرو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

پھر کیا تھا۔ جوزف کی رگ باکسنگ پھڑک اٹھی۔ ایک زوردار مکا منیجر کے سر پر پڑا۔ اور منیجر اچھل کر دو فٹ کے فاصلے پر پڑا۔ سب جمع شدہ لوگ گھبرا کر پیچھے ہو گئے۔ جوزف کے ایک ہی مکے سے منیجر کے منہ سے خون نکال دیا۔ لیکن منیجر بھی اچھے تن و توش کا آدمی تھا۔ وہ جھپٹ کر اٹھا اور جھٹکے سے اس نے ایک کرسی اٹھا کر جوزف کے سر پر دے ماری۔ جوزف نے ڈاج دینے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن کرسی پھینکی ہی اس زاویے سے گئی تھی کہ جوزف کے بچتے بچتے بھی وہ اس کے سر سے ٹکرا گئی۔ جوزف کے ماتے سے خون ابل پڑا۔ زخم حالانکہ معمولی نوعیت کا تھا۔ لیکن اس میں سے نکلنے والا خون چشمے کیطرح ہی ابل رہا تھا۔ شاید کوئی رگ کٹ گئی تھی۔

جوزف کا منہ خون سے بھر گیا۔ پھر تو جوزف پر خون سوار ہو گیا۔ اس نے لپک کر منیجر کا گریبان پکڑ لیا۔ اور پھر ایک ہی جھٹکے میں جوزف نے منیجر کو سر سے اوپر اٹھا لیا۔ اور پھر ایک زوردار آواز سے منیجر دو میزوں کے اوپر سے ہوتا ہوا فرش پر آ گرا۔ جوزف نے ایک ہی ہاتھ سے درمیان کی میزیں الٹ دیں اور منیجر کے فرش سے اٹھنے سے پہلے ہی اس پر چھلانگ لگا دی۔ اور زمین پر پڑے ہوئے منیجر پر دو تین مکے پڑے جوزف غصے میں پاگل ہو رہا تھا۔ ہال میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ لوگ شور مچا رہے تھے۔ کوئی چیخ رہا تھا کہ پولیس کو فون کرو۔ کوئی کچھ کہہ رہا تھا لیکن کسی کو ہمت نہیں پڑتی تھی کہ وہ جوزف کو آ پکڑے اچانک ان میں سے ایک آواز گونجی۔

"ارے ہائیں ہائیں۔ یہ کیا عورتوں کیطرح لڑ رہا ہے۔"

سب ہی اس آواز کیطرف متوجہ ہو گئے۔ لیکن جوزف پر اس آواز کا شدید رد عمل ہوا۔ کیونکہ وہ عمران کی آواز ہزاروں میں سے پہچان سکتا تھا۔ وہ فوراً منیجر کو چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے سارے چہرے پر خون پھیلا ہوا تھا۔ خون کی چادر کے نیچے اس کی غصے سے سرخ آنکھیں بری طرح چمک رہی تھیں۔

"ارے جوزف تم؟"

عمران اس حالت میں جوزف کو سامنے کھڑا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے ایک نظر نیچے پڑے ہوئے منیجر کیطرف دیکھا۔ جو فرش پر بے ہوش پڑا تھا۔

"باس۔ اس نے میرے سر پر کرسی دے ماری تھی۔"

جوزف نے عمران کو بتایا۔

"چلو منہ دھوؤ۔"

عمران نے جوزف کو حکم دیا۔ اور منیجر کو فرش سے اٹھا کر میز پر ڈال دیا۔ اتنے میں پولیس پولیس کا شور اٹھا۔ اور پھر ایک سب انسپکٹر دس پندرہ سپاہیوں کیساتھ دندناتا ہوا ہال میں داخل ہوا۔ سب انسپکٹر نے ایک نظر سارے ہال پر ڈالی اور پھر تیر کیطرح اس طرف آیا جہاں میز پر منیجر بے ہوش پڑا تھا۔ اور عمران اس کی نبض ہاتھ میں پکڑے ایسے نظر آتا تھا جیسے ڈاکٹر کسی مریض کا معائنہ کر رہا ہو۔

"کیا بات ہے مسٹر؟" سب انسپکٹر نے عمران کو تلخی سے کہا۔ شاید وہ عمران سے واقف نہیں تھا۔

"میں نے سمجھا یہ مر گیا ہو گا۔ مگر یہ تو صرف بے ہوش ہے۔"

عمران نے مضحکہ خیز منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم نے اسے مارا ہے۔"

سب انسپکٹر نے ہونٹ چباتے ہوئے ایک نظر منیجر پر ڈالی

"ارے اگر میرا ہاتھ لگ جاتا تو یہ زندہ نہ رہتا۔"

عمران نے پہلوانوں کیطرح اپنے بازو کو تھپکتے ہوئے کہا۔

"اسے گرفتار کر لو۔"

سب انسپکٹر نے ایک سپاہی کیطرف مڑ کر کہا۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM

"لیکن کس خوشی میں۔"

عمران نے ایسے پوچھا جیسے کسی کو غیر متوقع انعام مل رہا ہو۔

"یہ سب کچھ تھانے جا کر بتاؤں گا۔"

سب انسپکٹر نے جواب دیا۔اور ایک سپاہی کیطرف مڑ کر کہا۔"فوراً ایمبولینس کو فون کرو۔اس کی حالت خراب ہے۔"

"خبردار آگے بڑھے۔"عمران نے سپاہی کو ہتھکڑی لئے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر کہا۔

"انسپکٹر صاحب! مارنے والے یہ نہیں تھے۔"

ایک آدمی نے مداخلت کرتے ہوئے انسپکٹر کی توجہ جوزف کیطرف دلائی واش بیسن سے منہ دھو کر اسی طرف آرہا تھا۔

سب انسپکٹر جھٹکے سے جوزف کیطرف بڑھ گیا۔

"تم نے اسے کیوں مارا۔"

سب انسپکٹر نے انتہائی درشت لہجہ میں کہا۔

"میری مرضی۔"

جوزف نے لاپروائی سے کہا۔وہ عمران کو وہاں موجود پا کر لاپرواہ ہو گیا تھا۔

"اسے گرفتار کر لو۔"

سب انسپکٹر نے دو سپاہیوں کو حکم دیا۔اور دونوں سپائی جوزف کیطرف بڑھے۔

"انسپکٹر صاحب! آپ مجھے جانتے ہیں۔"

عمران نے صورت حال بگڑتے دیکھ کر سب انسپکٹر کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

"تم کونسے گورنر لگے ہو۔"

"تم نے ابھی تک اسے گرفتار نہیں کیا۔

سب انسپکٹر نے سپاہی پر بگڑتے ہوئے کہا جو شاید شش و پنج میں مبتلا وہیں کھڑا تھا۔

عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا کارڈ نکالا اور سب انسپکٹر کے سامنے کر دیا۔سب انسپکٹر نے لاپرواہی سے اس پر نظر ڈالی لیکن پھر چونک پڑا۔

اس کا رنگ فق ہو گیا اور اسنے فوراً اٹن شن ہو کر عمران کو سیلوٹ مار دیا۔سپاہیوں نے بھی جب اپنے آفیسر کو اس حالت میں دیکھا تو ان کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں چھوٹ کر نیچے گر پڑیں اور انہوں نے بھی جھٹ سے سیلوٹ مار دیا۔لوگ حیرت سے عمران کو دیکھنے لگے۔

"کوئی بات نہیں انسپکٹر جاؤ تم۔اس زخمی نے میرے آدمی پر کرسی دے ماری تھی۔"

"بہتر سر۔"

انسپکٹر نے جھٹ سے ایک اور سیلوٹ دے مارا وہ عمران سے بے حد مرعوب معلوم ہوتا تھا۔کیونکہ عمران کے کارڈ پر سرف ایک سرخ رنگ کا دائرہ بنا ہوا تھا جو سی آئی ڈی کے اعلی آفیسر کا مخصوص نشان تھا۔ایسے بہت سے کارڈ عمران کی جیب میں پڑے رہتے تھے۔

"چلو جوزف چلیں۔"

عمران نے جوزف کو اشارہ کیا اور خود مین گیٹ کیطرف بڑھ گیا۔جوزف بھی اکڑتا ہوا عمران کے پیچھے چل پڑا۔

اس طرح وہ دونوں ہال سے باہر نکل آئے۔یہاں عمران کی ٹو سیٹر کھڑی تھی۔عمران اور جوزف اس میں بیٹھ گئے اور کار آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر نکل آئی۔

"اب بتاؤ کیا بات تھی۔"

عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

"باس۔ صبح سے میں نے شراب نہیں پی۔"

جوزف نے جواب دیا۔ کیونکہ اب اسے شدت سے شراب کی طلب ہو رہی تھی۔

"ارے او شب تار کے بچے۔ میں تجھ سے کیا پوچھ رہا ہوں اور تو اپنی ہی ہانک رہا ہے۔"

عمران نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

"باس۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں نے آج صبح سے شراب نہیں پی۔"

جوزف پھر اسی لہجہ میں بولا۔

"نہیں میں نہیں مان سکتا۔"

عمران سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جوزف نے صبح سے شراب نہیں پی ہو گی کیونکہ اس کے علم کے مطابق جوزف اب تک چھ بوتلیں پی چکا ہو گا۔

"باس میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

جوزف نے فدویانہ انداز میں کہا۔

"کیوں؟ کیا شراب کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔"

عمران پر حیرت کا مزید دورہ پڑا۔

"نہیں باس۔ بس دل نہیں چاہا۔"

اور پھر جوزف نے عمران کو ساری تفصیل بتا دی۔

"اب پینے کو دل چاہتا ہے۔"

عمران نے پوچھا۔

"باس اب دل چاہتا ہے کہ شراب کا پورا ڈرم پی جاؤں۔"

"ارے مر گیا۔ میں یہ سوچ کر خوش ہوا تھا کہ چلو تم آدمی بن گئے ہو۔ میں اس خوشی میں جی بھر کر خوشیاں مناؤں گا۔ مگر تم تو میرا بیڑا غرق کرنے پر تلے بیٹھے ہو۔"

جوزف چپکا ہو رہا۔ وہ جواب بھی کیا دیتا۔ اتنی دیر میں کار رانا پیلس پہنچ چکی تھی۔ عمران نے اسے نیچے اتارا۔

"چلو اب اندر بھاگ جاؤ اور آئندہ میری اجازت کے بغیر رانا پیلس کو تالا لگا کر کہیں نہیں جانا۔"

یہ کہہ کر عمران نے ٹو سیٹر واپس موڑ لی اور جوزف شانے اچکا کر کوٹھی کا پھاٹک کھولنے لگا۔

☆☆☆☆

آج صبح غیر معمولی طور پر کہر آلود تھی۔ سارے شہر پر دبیز کہر کی ایک چادر تنی ہوئی تھی۔ دھند اس قدر زیادہ تھی کہ فٹ کے فاصلے سے بھی کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ کہر کی وجہ سے شاید سردی بھی معمول سے زیادہ تھی۔ مزدور اور ملازم پیشہ لوگ تو دھند میں بھی کسی نہ کسی طرح اپنے اپنے دفتر میں جا رہے تھے اور امیر لوگ سوچ رہے تھے کہ کہر چھٹے تو وہ بھی اپنے اپنے کام پر جائیں۔

لیکن دھند کم ہونے کی بجائے لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ جو لوگ گھر سے باہر نکل چکے تھے وہ راستہ بھول کر دھند میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے تھے۔ اب وہ لوگ نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔ نہ تو واپس گھر جا سکتے تھے نہ دفتروں میں۔

دھند میں کسی نہ کسی کار کی ہیڈ لائٹس چمک رہی تھی۔ لیکن ان کی چمک بھی لائٹر کے شعلے سے زیادہ نہیں تھی۔ تھوڑی دیر تک لوگ دھند کے چھٹنے کا انتظار کرتے رہے۔ پھر ان میں بے چینی پھیل گئی۔ کیونکہ دھند کم ہونے کی بجائے بڑھتی جا رہی تھی۔ لوگوں نے گھروں کی بتیاں جلا دیں تھیں۔

www.Paksociety.com

محکمہ موسمیات کے دفتر میں گھنٹیاں بج رہیتھی لوگ دھند کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ لیکن وہ انہیں کیا بتاتے کیونکہ انہیں خود اس کی وجہ معلوم نہیں تھی۔ ان کے آلات کے مطابق دھند کی کوئی وجہ جواز نہیں تھی۔ اسلئے وہ بھی کچھ بتانے سے معذور تھے۔

لوگوں کی بے چینی بڑھتے بڑھتے اضطراب یں تبدیل ہوگئی۔ کینکہ اب یہ دھند مختل راستوں سے گھروں میں داخل ہونے لگی تھی۔ لوگوں نے بڑی کوشش کی کہ دھند کو گھروں میں داخل ہونے سے روکیں لیکن وہ کس کس سوراخ کو بند کرتے۔ چھوٹے سے چھوٹے سوراخ سے بھی دھند اندر گھس رہی تھی۔

پھر اچانک شہر میں لگے ہوئے تمام سائرنزور دار آرازوں سے بجنے لگے۔ یہ خطروں کے سائرن تھے۔ شاید حکام نے کسی ممکن خطرے سے بچنے کے لئے انہیں بجایا تھا۔ کیونکہ اب حکام کو بھی اس دھند کے غیر معمولی ہونے کا احساس پیدا ہوگیا تھا۔ سائرن بجنے سے پہلے شہر میں بھی کچھ سکون تھا لیکن سائرنوں کے بجتے ہی ہر جگہ شور مچ گیا۔ ہر شخص اپنے اپنے کمروں میں دبکا مختلف آرا قائم کر رہا تھا۔

کوئی کہتا کہ شاید ہوائی حملہ ہوگیا ہے اور کوئی اسے کسی سر پھرے سائنسدان کا تجربہ بتاتا۔ غرضیکہ جتنے منہ اتنی ہی باتیں تھیں۔

پھر اس شور میں اور بھی اضافہ ہوگیا جبلوگوں نے اس دھند کا رنگ بدلتے دیکھا۔ سفید دھند آہستہ آہستہ سرخ رنگ میں تبدیل ہوئے جا رہی تھی۔ پھر اس کا رنگ گہرا سرخ ہوگیا۔ اور اب لوگوں کے چاروں طرف سرخی ہی سرخی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے سارا دارالحکومت خون کے سرخ سمندر میں ڈوب گیا ہو۔

توہم پرست اور کمزور عقیدے کے لوگوں نے اسے خدا کا عذاب سمجھا اور وہ خشوع و خضوع کیساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافیما نگنے لگے۔ اب دھند کا رنگ اتنا سرخ ہو چکا تھا کہ لوگوں کے لئے دیکھنا ناممکن

ہو گیا تھا۔ لوگوں نے اپنی آنکھیں بند کرنی چاہیں۔ لیکن کب تک۔ آہستہ آہستہ انکی آنکھوں یں بھی سرخی چھا گئی۔ اور پھر یہ سرخی سیاہی میں تبدیل ہوگئی۔ لوگوں نے سمجھا کہ شاید ابااس کا رنگ سیاہ ہو چکا ہے۔ در حقیقت وہ اندھے ہو چکے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ دھند غائب ہونی شروع ہوگئیاور پھر سورج کی شعاؤں سے سارا شہر منور ہوگیا لیکن لوگوں کی نظروں کے سامنے ابھی بھیاندھیرا تھا۔ وہ اسقت اندھوں کیطرح اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مار رہے تھے اور شور مچا رہے تھے۔

آہستہ آہستہ ان کی آنکھوں سے سیاہی دور ہونے لگی اور پھر تقریباً دو گھنٹے بعد لوگ پوری طرح دیکھنے کے قابل ہوگئے۔ اب ہر چیز پہلے کیطرح روشن تھی۔ لوگ مختلف چہ میگوئیاں کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکل آئے۔

شہر میں طرح طرح کی افواہیں اڑنے لگیں۔ کسی کی سمجھ میں بھی صحیح بات نہ آتی تھی۔ پھر سڑکوں پر پولیس کی گاڑیاں لاؤڈ سپیکر لگائے نکل آئیں اور لوگوں کو اپنے اپنے کاموں پر جانے کی تلقین کرنے لگیں لیکن لوگ اسبارے میں سوچ سوچ کر پاگل ہوئے جا رہے تھے۔ روشنی واپس آنے کے ایک گھنٹہ بعد شہر کا نظام پوری طرح جاری ہوگیا۔

تھوڑی دیر بعد اخباروں کے خاص ضمیمے شہر کے گلی کوچوں میں پھیل گئے اور چیخ چیخ کر لوگوں کو دھند کے متعلق بتانے لگے۔

لوگ دھند کیساتھ ساتھ یہ پڑھ کر بھی حیران رہ گئے کہ اس دھند کے دوران دارالحکومت کے آٹھ بڑے بنک لٹ چکے تھے۔ ہزاروں گاڑیاں سڑکوں پر الٹی کھڑی تھیں۔ کئی لوگ ٹکرا کر مر چکے تھے۔ سب سے حیرت کی بات یہ تھی کہ شہر کے مرکزی ٹاؤن پر لگا ہوا بڑا کلاک بھی غائب تھا۔

دارالحکومت کے ڈپٹی کمشنر اور تین چار اور بڑے حکام جن میں پولیس کے اعلیٰ حکام بھی شامل تھے، اپنے اپنے مکانوں میں مردہ پائے گئے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ان کا گلا گھونٹ دیا گیا ہو۔

ان خبروں سے شہر میں ہر طرف شور مچ گیا۔ اب افواہوں کا رخ مجرموں کی سرگرمیوں کیطرف ہو گیا تھا۔ ہر شخص اپنے اپنے اندازے کے مطابق باتیں بنا رہا تھا۔ شہر میں ایک بار پھر ابتری پھیلنے لگی۔ جب دوبارہ ہوا دھند میں تبدیل ہونے لگی۔ دھند کا کوئی مطلع نظر نہیں آرہا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ہوا دوبارہ دھند کا روپ دھار رہی ہو۔ لوگ افراتفری میں بے تحاشہ اپنے گھروں کو بھاگنے لگے۔ یہ افراتفری اتنی بڑھی کہ سینکڑوں لوگ ایک دوسرے کے نیچے کچلے گئے ہزروں چھوٹے بڑے حادثے ہو گئے۔ تمام شہر کا نظام ابتر ہو گیا۔

ہر طرف ایسی چیخ و پکار مچی کہ الاماں میدانحشر کا سماں معلوم ہوتا تھا۔ چند ہی منٹوں میں پھر دبیز دھند ہونے لگی۔ آہستہ آہستہ اس دھند میں سبزی چھانے لگی اور پھر تھوڑی دیر بعد ہر طرف گہرا سبز رنگ چھا گیا۔

لوگ ابھی بھی چیخ رہے تھے لیکن اب آہستہ آہستہ ان کا شور مدھم ہو رہا تھا کیونکہ جیسے ہی ان کے منہ کھولتے دھند ان کے منہ میں گھس جاتی اور ایسا محسوس ہوتا جیسے ان کے منہ میں مرچیں لگ گئی ہوں۔ اور پھر ان پر کھانسی کا دورہ پڑ جاتا۔ اور لوگ کھانستے کھانستے پاگل ہو گئے۔ کھانسی کی شدت سے انکی آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ اور پھر دم گھٹنے لگا۔ آخر لوگ کھانستے کھانستے بے دم ہو کر گرنے لگے۔

اور تھوڑی دیر بعد شہر پر غیر معمولی سکون چھا گیا۔ شاید لوگ کھانسی کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے تھے۔ تقریباً دو گھنٹے تک یہی حالت رہی اور پھر دھند پہلے کیطرح غائب ہو گئی اور آہستہ آہستہ سکون شور میں تبدیل ہونے لگا۔ شاید لوگوں کو ہوش آرہا تھا۔ دوسری دھند سے شہر میں وہ ابتری مچی کہ الاماں۔ مشکل سے ہی کوئی خوش قسمت گھر ایسا ہو گا جس کے تمام آدمی بچ گئے ہوں گے۔ نہیں تو ان کا کوئینہ کوئی فرد زخمی ضرور ہو گیا تھا۔ ہر

طرف تار و شیون کی آوازیں آرہی تھیں۔ پھر رفتہ رفتہ زندگی معمول پر آگئی۔

لیکن اس بے چینی اور اضطراب کو کیا کہیئے جس نے ہر شخص کے دل میں ڈیرہ ڈال لیا تھا کہ نجانے اب کیا ہو گا۔ بہر حال اب مطلع صاف تھا اور حالات تقریباً معمول پر آچکے تھے

☆☆☆☆

دانش منزل کے میٹنگ ہال میں اس وقت سیکرٹ سروس کے تمام ارکان موجود تھے۔ عمران شاید ابھی تک نہیں آیا تھا۔

ہال میں بیٹھے ہوئے سب لوگ سنجیدہ اور خاموش تھے۔ آج صبح شہر پر جو کچھ گزری تھی۔ اس نے ان کو کافی سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ سب کسی حد تک پریشان تھے۔ لیکن ان میں ایک شخصیت ایسی بھی تھی جس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ البتہ اس کی آنکھوں میں پریشانی کی جھلکیاں موجود تھیں۔ وہ تھا کیپٹن شکیل۔

اچانک وہ سب چونک پڑے۔ جب عمران نے دروازے سے داخل ہوتے ہی سلام کا نعرہ مارا۔

"کیوں۔۔۔ کیا کسی مردے کو دفن کر کے آئے ہو یا جمعہ کی نماز پڑھ رہے ہو۔"

عمران نے باری باری سب کے چہروں کو دیکھا۔

لیکن وہ سب بدستور خاموش تھے۔ کسی نے بھیعمران کے مذاق کا جواب نہ دیا۔ عمران ایک لمحہ کے لئے جھینپ گیا۔ لیکن پھر اس کے چہرے لاپرواہی چھا گئی۔

"کچھ بتاؤ بھی سہی تا کہ میں بھی فاتحہ پڑھ سکوں۔"

عمران نے ڈھیٹ بنتے ہوئے کہا۔

"ہر وقت کا مذاق اچھا نہیں ہوتا۔"

www.Paksociety.com

www.Paksociety.com

جولیانے تلخی سے کہا۔

"اری تیرا میرا کونسا مذاق کا رشتہ ہے۔"

عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

اور جولیا نجانے کیا سوچ کر چپ ہو گئی۔ پھر عمران بھی منہ لٹکا کر بیٹھ گیا۔ لیکن کب تک اس کی زبان پر پھر کھجلی اٹھی۔

"آج خلیفہ تنویر خاموش ہے۔"

عمران نے چہرے پر حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"بکواس بند کرو۔"

تنویر نے نفرت سے ہونٹ سکیڑتے ہوئے کہا۔

"ارے ہائے ہائے۔۔ کیا منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔"

عمران نے ہاتھ نچاتے ہوئے کہا۔

لیکن پھر خاموشی چھا گئی۔

"ہیلو ممبرز۔"

ٹرانسمیٹر سے ایکسٹو کی آواز ابھری۔

"یس سر۔۔"!

جولیانے ٹرانسمیٹر کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"سب ممبرز موجود ہیں جولیا۔"

"جی ہاں!۔"

جولیانے مودبانہ جواب دیا۔

میں نے آپ سب کو اس لئے یہاں جمع کیا ہے کہ آج کے حالات سب کے سامنے ہیں۔ شہر میں جس طرح افراتفری اور ابتری پھیلی ہے وہ سبھی جانتے ہیں۔ اس لئے ہمارا اب یہ سرکاری فرض کے علاوہ قومی اور اخلاقی فرض بھی ہے کہ سب مل جل کر عوام کو اس عذاب سے نجات دلائیں میں اس سلسلے میں ایک بہت بڑے خطرے کی بو پا رہا ہوں اور یہ ظاہر ہے ایسی منظم حرکتیں کوئی بہت بڑا مجرم ہی کر سکتا ہے۔ اسلئے ہم سب کو تن من دھن کی بازی اس مہم پر لگانی پڑے گی۔ ہو سکتا ہے کہ جب اس عذاب سے نجات پائیں، ہم میں سے چند افراد کم ہو چکے ہوں لیکن میں امید کرتا ہوں کہ آپ سب کسی حالت میں بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔"

"ہمیں خوشی ہے کہ آپ ہم سے ایسی امیدیں رکھتے ہیں۔"

جولیانے سب کیطرف سے جواب دیا۔

"اچھا اب آپ آئندہ کا پروگرام سن لیں۔"

ایکسٹو کی آواز دوبارہ گونجی۔

"میں نے جہاں تک غور کیا ہے۔ اس دھند کا مرکز ہمارا دارالحکومت کہیں محسوس ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں کسی جگہ کا تعین نہیں کر سکا۔ صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ سب سارے شہر میں پھیل جائیں اور ایسے افراد پر نگاہ رکھیں جو آپ کو مشکوک نظر آئیں۔ ہم اس کے بعد ہی کوئی راہ عمل کر سکتے ہیں۔ اور آپ سب یہ سب کچھ میک اپ میں کریں گے۔ اور جب مجرم گرفتار نہ ہو جائیں آپ سب اپنی رہائش دانش منزل میں رکھیں۔
عمران آپ میں موجود ہے۔ اس مہم میں وہ آپ سب کی راہنمائی کرے گا۔ اوور اینڈ آل۔"

اور ٹرانسمیٹر کا بلب بجھ گیا۔ جولیا اٹھ کر صوفے پر آ بیٹھی اور سب کے سب عمران کیطرف متوجہ ہو گئے۔ لیکن عمران آنکھیں بند کر کے صوفے پر ٹیک لگائے ہوئے سویا ہوا تھا۔

"عمران صاحب۔"

آخر صفدر کو بولنا پڑا۔

لیکن جواب ندارد۔ عمران ویسے ہی اطمینانسے سوہرا تھا۔ سب کے سب بگڑ گئے۔ کیونکہ حالات اتنے سنجیدہ تھے کہ تقریباً سب پر عمرانکا یہ مذاق ناگوار گزر رہا تھا۔ لیکن عمران کی فطرت کو کیا کہیں کہ وہ ایسی حرکتوں پر مجبور تھا۔ سنجیدہ رہنا تو وہ سیکھا ہی نہ تھا۔

آخر جولیا نے غصے سے عمران کے کاندھے ہلائے۔

عمران نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔

"کیا بات ہے۔۔۔اب سونے بھی نہین دیتے۔"

عمران نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب! حالات بڑے نازک ہیں۔ سونے سے کام نہیں چلے گا۔"

کیپٹن شکیل نے سنجیدگی سے عمران سے کہا۔

"سونے سے کام نہیں چلتا تو اپنے باس سے کہکر پلاٹینم مگوالو۔"

"پلیز عمران صاحب"!

صفدر نے کہا۔

"اچھا تو بتاؤ کیا بات ہے؟"

عمران نے اپنے چہرے پر سنجیدگی لاتے ہوئے کہا۔

اب اس کے چہرے پر اتنی گہری سنجیدگی تھیکہ وہ حیران رہ گئے۔

صفدر دل ہی دل میں عمران کی صلاحیتوں کا قائل ہو رہا تھا۔ ظالم اتنے کی ایکٹنگ کرتا ہے کہ کوئی شک بھی

نہیں کر سکتا۔ اب اسی کو لیجئے عمران کے چہرے پر اتنی سنجیدگی تھی جیسے عمران نے آج تک مذاق کیا ہی نہ ہو۔

"آپ نے ایکسٹو کا پیغام نہین سنا؟"

کیپٹن شکیل نے کہا۔

"سنا ہے۔۔۔ میرا خیال میں ایسے کیجئے کہ آپ سب شہر میں بکھر جائیں۔ اپنے حلقے بانٹ لیجئے۔ اور کوئی خاص بات ہو تو واچ ٹرانسمیٹر کے ذریعے مجھے اطلاع دیجئے۔ صرف صفدر اور کیپٹن شکیل ڈاکٹر جوہر کی لیبارٹری پر پہرہ دیں گے۔"

"آپ کو ڈاکٹر جوہر پر شک ہے۔"

صدیقی نے پہلی بار عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"شک۔۔۔؟ شک تو مجھے اپنے آپ پر بھی ہے کہ آیا میں یہاں موجود بھی ہوں یا نہیں۔"

عمران پھر پٹری بدل رہا تھا۔ لیکن پھر نجانے کیا سوچ کر چپ ہو گیا۔

"اب آپ لوگ میک اپ کر لیجئے۔۔۔ میں چلتا ہوں۔"

یہ کہہ کر عمران دروازے سے باہر نکل گیا۔

اور وہ سب اٹھ کر میک اپ روم کیطرف بڑھنے لگے۔

☆☆☆

ملک کے مشہور تاجر حاجی مظفر محمود اپنے شاندار آفس میں بیٹھے ایک ڈوگی کی نگرانی کر رہے تھے کہ اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے چونک کر سر اٹھایا۔ ایک لمحے کے لئے ریسیور کیطرف دیکھا اور پھر ریسیور اٹھا کر کانوں سے لگالیا۔

www.paksociety.com

"ہیلو! میں مظفر بول رہا ہوں۔"

حاجی صاحب نے کاروباری لہجے میں کہا۔

"میں ایس ون بول رہا ہوں۔"

فون سے بھاری بھر کم آواز سنائی دی۔

اس آواز کو سن کر حاجی مظفر محمود بری طرح چونک پڑے۔انہوں نے ایک نظر دروازے کیطرف دیکھااور پھر آواز دبا کر بولے۔

"یس باس۔۔۔کیا حکم ہے؟"

"ایس نائن تمہارے پاس پہنچا ہے؟"

"نہیں باس ابھی تک تو نہیں پہنچا۔"

"تم اپنے آفس میں ہی رہنا۔وہ ابھی تک تم پہنچ جائے گا۔اور اس کے احکام پر فوری عمل کرو۔"

"اوکے سر۔"

"اوکے۔"

یہ سن کر حاجی صاحب نے ریسیور رکھ دیااور جیب سے رومال نکال کر ماتھے پر چمکنے والے پسینے کے قطرے پونچھنے لگے کچھ لمحے وہ سوچتے رہے پھر انہوں نے میز کے کونے پر لگے ہوئے بٹن کو ہلکے سے دبایا۔ایک منٹ کے بعد ایکباوردی چپڑاسی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

"صدیق۔۔۔اگر کوئی شخص مجھ سے ملنے آئے تو بغیر تاخیر کے اسے میرے پاس لے آنا۔"

"بہتر جناب۔"

چپڑاسی سلام کر کے واپس چلا گیا۔

اور حاجی صاحب دوبارہ فائل کی ورق گردانیکرنے لگے۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد چپڑاسی ایک غیر ملکی کو لئے اندر داخل ہوا۔حاجیصاحب اس غیر ملکی سے ہاتھ ملایااور اسے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہااور چپڑاسی کو چائے لانے کے لئے کہا۔چپڑاسی باہر نکل گیا۔

"فرمایئے۔"

حاجی صاحب نے کاروباری سے انداز میں غیر ملکی سے پوچھا

اس غیر ملکی نے جیب سے ایک چھوٹا سا کارڈ نکالااور حاجی صاحب کو دے دیا۔

حاجی صاحب نے بغور اس کارڈ کو دیکھا۔کارڈ بالکل خالی تھا۔صرف ایک کونے میں دھندلا سا 9 کا ہندسہ لکھا ہوا تھا۔حاجی صاحب نے اطمینان کی سانس لی۔اور کارڈ واپس کر دیا۔

"ابھی ابھی باس کا فون آیا تھا۔"

حاجی صاحب نے غیر ملکی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اچھا۔۔۔کیا پوچھ رہے تھے؟"

غیر ملکی نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"آپ ہی کے متعلق پوچھ رہے تھے۔"

اتنے میں چپڑاسی نے چائے کی ٹرے لا کر ساتھ والی میز پر رکھ دی اور پھر چائے بنا کر حاجی صاحب اور غیر ملکی کے سامنے رکھ دی۔

"دیکھو صدیق۔۔۔میں مصروف ہوں۔اب میں کسیسے نہیں مل سکتا۔اس لئے کوئی شخص بھی آئے تو اسے واپس بھیج دینا جب تک میں تمہیں نہ بلاؤں تم اندر نہ آنا۔"

حاجی صاحب نے چپڑاسی کو ہدایت دیتے ہوئے کہااور چپڑاسی سر ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔

"ہاں اب فرمایئے کیا احکام ہیں؟"

حاجی صاحب نے غیر ملکی سے مخاطب ہوئے کہا۔"

"باس کا حکم ہے۔۔ کہ آپ دس دن کے لئے اپنی کوٹھی خالی کرا دیں اور فیملی کو باہر بھیج دیں۔

"میری کوٹھی سے باس کو کیا دلچسپی ہو سکتیہے؟"

حاجی مظفر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ تو باس بہتر جانتا ہے۔"

غیر ملکی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"لیکن یہ حکم باس ٹیلیفون پر بھی دے سکتے تھے۔ آپ کو تکلیف دینے کی بھلا کیا ضرورت تھی۔"

"کوئی وجہ ہو گی۔۔ ورنہ باس اس بات کو ہم سے بہتر سمجھتا ہے۔"

"بہتر باس کے حکم کی تعمیل ہو گی۔"

"اوکے۔۔ میں چلتا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے غیر ملکی اٹھ کھڑا ہوا اور پھر حاجی صاحب سے ہاتھ ملاتا ہوا باہر نکل آیا۔

حاجی صاحب کو اس حکم نے پریشان کر دیا کیونکہ اس حکم کی وجہ انکی سمجھ میں نہ آئی۔

بہر حال چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد انہوں نے فون اٹھایا۔ چند نمبر ز گھمائے اور اپنی بیوی کو باہر جانے کی تیاری کے لئے کہنے لگے۔ چند منٹ کی گفتگو کے بعد انہوں نے فون رکھ دیا۔ ابھی انہین فون رکھے چند ہی منٹ ہوئے تھے کہ فون کی گھنٹی زور زور سے بجنے لگی۔ انہوں نے فوراً ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو میں مظفر بول رہا ہوں۔"

"حاجی صاحب۔۔ ایس نائن پہنچا تھا۔"

دوسری طرف سے وہی پہلے والی بھر کم آواز سنائی دی۔

"یس باس ابھی ابھی واپس گئے ہیں۔"

"پھر تم نے میرے حکم کی تعمیل کی۔"

"یس باس۔۔۔ میں نے فیملی کو باہر جانے کا کہہ دیا ہے۔ کوٹھی آج شام کو خالی ہو جائے گی۔"

"ویری گڈ۔۔! تمہاری یہ مستعدی ہمیں بہت پسند آئی ہے۔"

"باس! ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟"

"کیا بات ہے؟"

"باس آپ کو میری کوٹھی کس لئے چاہیے؟"

"حاجی صاحب! تمہیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے اور نہ آئندہ اس قسم کی بات پوچھنے کی جرات کرنا اور نہ ان دس دنوں ہیں اپنی کوٹھی کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرنا۔"

"بہتر سر۔"

اور فون ڈسکنیکٹ ہو گیا۔

حاجی مظفر نے ریسیور رکھا اور خود اٹھ کر باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار مختلف سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔

حاجی صاحب دارالحکومت کے بہت بڑے تاجروں میں سے تھے ان کا کاروبار ملک کے طول و عرض میں پھیلا ہوا تھا۔ بظاہر وہ ایک معزز شہری تھے۔ ان کی زیر نگرانی بہت سے یتیم خانے، کالج اور ہسپتال چل رہے تھے۔ سارے ملک ہیں حاجی صاحب کی نیکی اور دریا دلی اور غریب پروری کے چرچے تھے۔ لیکن یہ سب کچھ ظاہری با تتھی۔ اندرونی طور پر وہ اپنی تجارت کے لئے سارے ملک کو قربان کر سکتے تھے۔ کیونکہ

www.Paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
WWW.PAKSOCIETY.COM

www.Paksociety.com

انہیں دولت سے بے حد پیار تھا اور وہ ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔

یہ سب کچھ انہیں نے اپنی محنت اور مستقل مزاجی سے بنا ای تھا اس لئے دولت ان کی خاص کمزوری تھی۔ آج کل انہیں مختلف ذرائع سے علم ہوا تھا کہ حکومت ایسی درآمدی پالیسی کا اعلان کرنے والی ہے جس سے ان کی تجارت پر شدید ضرب پڑ سکتی ہے۔ اس لئے وہ غیر ملکی گروہ کے ہتھے چڑھ گئے۔ جنہوں نے حاجی صاحب سے وعدہ کیا تھا کہ وہ لوگ اس کے ساتھ تعاون کریں گے۔ تو وہ اس درآمدی پالیسی کا اعلان نہیں ہونے دیں گے۔ جس پالیسی کا اعلان ہو گا وہ ان کی مرضی کے مطابق ہو گا۔ جس سے انکی تجارت کو پھلنے پھولنے کا موقع ملے گا۔

حاجی صاحب اس سلسلے میں ان کو کافی رقمیں دے چکے تھے۔ لیکن آج کے حکم نے انہیں واقعی پریشان کر دیا تھا۔ ان کی سمجھ نہیں آتا تھا کہ اس گروہ کو ان کی کوٹھی سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ لیکن اب سوائے ان کے احکامکی تعمیل کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ کیونکہ وہ انہیں ایک ایسی تحریر دے چکے تھے جو اگر منظر عام پر آجاتی تو ان کی تمام ظاہری آن بان کا تار بکھر کر رہ جاتا۔

یہی سوچتے ہوئے وہ کار چلا رہے تھے کافی دیر وہ خالی الذہنی کی صورت میں سڑکوں پر کار چلاتے رہے۔

پھر انہوں نے کار ایک عظیم الشان ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں گھما دی۔ کار کو لاک کر کے وہ آہستہ آہستہ ہوٹل کے مین گیٹ کیطرف چلے۔ ہالمیں پہنچ کر انہوں نے بیٹھنے کے لئے ایک کونے والی میز منتخب کی۔ ویٹر کو چائے لانے کے لئے کہا اور خود دوبارہ صبح والے مسئلے پر غور کرنے لگے۔

اچانک وہ اپنے پاس اجنبی آواز سن کر چونکپڑے۔ انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک نوجوان ان سے بیٹھنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔ ایک لمحہ کے لئے ان کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھرے لیکن جلد ہی دور ہو گئے۔

"تشریف رکھیے۔"

انہوں نے مصنوعی اخلاق برتتے ہوئے کہا۔

"شکریہ!۔"

اجنبی نوجوان یہ کہتے ہوئے کرسی پر بیٹھگیا۔ اتنے میں ویٹر نے چائے کے برتن لا کر رکھ دیئے۔

"ایک چائے اور لاؤ۔"

حاجی صاحب نے ویٹر کو آرڈر دیا۔

"اوہو آپ تکلف نہ کریں میں ابھی چائے نہیں پیوں گا۔"

اس اجنبی نے جلدی سے کہا۔

"اس میں تکلف کی کیا بات ہے؟"

یہ کہہ کر حاجی صاحب نے ویٹر کو جانے کا اشارہ کیا۔

"مجھے تنویر کہتے ہیں۔"

اس اجنبی نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا۔

"میرا نام مظفر محمود ہے۔"

حاجی مظفر نے بھی جوابی فقرہ ادا کیا۔

"آپ کیا شغل کرتے ہیں؟"

تنویر نے پوچھا۔

"میرے کارخانے ہیں"

حاجی صاحب نے مختصر سا جواب دیا۔

"اوہو! آپ حاجی مظفر محمود تو نہیں۔۔۔ ملکے مشہور تاجر۔" تنویر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں! میں وہی ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

حاجی صاحب نے اپنی تعریف سن کر ذرا تفاخرانہ لہجے میں کہا۔

"آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ سے اسطرح اچانک ملاقات ہو جائے گی ویسے میرا افریقہ میں کاروبار ہے۔۔ میں وہاں ہیروں کی کانوں کا مالک ہوں۔

تنویر نے اپنے متعلق تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

"آپ اپنے ملک میں کاروبار کیوں نہیں کرتے تاکہ ملک میں خوشحالی پیدا ہو۔" حاجی صاحب کا لہجہ حب الوطنی سے بھرپور تھا۔

"جی ہاں۔۔ میں کافی عرصے سے سوچ رہا ہوں لیکن میں ہچکچاتا اس لئے ہوں کہ مجھے ملک میں تجارتی اونچ نیچ سے واقفیت نہیں ہے۔"

"ایسی کیا بات ہے۔۔ اگر آپ اس ملک میں کاروبار کرنا چاہیں تو میں ہر طریقے سے آپ سے تعاون کروں گا۔"

حاجی نے اسے فراخدلانہ پیش کش کی۔

"یہ تو آپ کی نوازش اور اعلیٰ ظرفی ہے۔ جو آپ اس طرح بات کرتے ہیں ورنہ عام تاجر حضرات تو یہ چاہتے ہیں ان کے علاوہ ملک کے تمام باقی تاجر دریا برد ہو جائیں تاکہ ان کی مناپلی قائم ہو سکے اور اس لئے وہ ہر جائز و ناجائز طریقہ استعمال کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔"

"آپ کی بات درست ہے۔۔۔ لیکن ایسے لوگ تو ہر ملک میں موجود ہوتے ہیں۔ لیکن جیسے پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں اسطرح بروں کے ساتھ اچھے لوگ بھی موجود ہوتے ہیں اور میں اپنے متعلق آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ مجھے اچھوں میں پائیں گے۔۔"!

"اوہو۔۔ حاجی صاحب آپ کیا سمجھ بیٹھے۔۔ یں تو عام سی بات کہہ رہا تھا ورنہ جہاں تک اپ کی شخصیت کا تعلق ہے آپ کو سب اچھی طرح سے جانتے ہیں۔"

اس دوران دونوں چائے بھی پیتے رہے۔ ویٹر ان کے باتوں کے دوران چائے رکھ گیا تھا۔

باتوں باتوں میں ان کے درمیان ملک کی آئندہ درآمدی پالیسی پر بحث چل نکلی۔ حاجی صاھب نے آئندہ درآمدی پالیسی پر سختی سے تنقید کی اور تنویر کو بتایا کہ اس پالیسی سے ان کے بزنس پر کتنا برا اثر پڑے گا۔

"لیکن میں نے اس کا انتظار کر لیا ہے۔"

حاجی صاحب نے تنویر کو رازداری سے بتایا۔

"مگر وہ کیسے ؟"

تنویر نے حیرانی سے پوچھا۔

اس پر حاجی صاحب نے اس گروہ میں شمولیتکے متعلق تفصیل سے بتا دیا۔ ویسے انہوں نے تنویر کو تلقین کر دی کہ وہ اس کا ذکر کسیاور سے نہ کرے۔

"اجی نہیں حاجی صاحب۔۔ آپ اطمینان رکھیں۔ تنویر کا دل ایک سمندر ہے جس میں کوئی ایک بات ایک دفعہ جب گھس جاتی ہے تو پھر کبھیباہر نہیں نکل سکتی۔ ویسے آپ نے بہت اچھا کیا۔ آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ کسی طریقہ سے بھی اس درآمدی پالیسی کا اعلان نہ ہونے دیں۔

"آپ ٹھہرے ہوئے کہاں ہیں ؟"

اچانک حاجی صاحب کو خیال آیا۔

"میری شہر میں ایک آبائی کوٹھی ہے۔ ویسے میں آج رات کی فلائیٹ سے باہر جا رہا ہوں اور اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ عنقریب افریقہسے یہاں مستقل طور پر آباد ہو جاؤں گا۔۔۔ آپ کی باتوں نے مجھے بے حد

www.Paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM

www.Paksociety.com

اطمینان بخشا ہے۔"

"آپ ضرور اپنے ملک میں کاروبار کریں۔ ہیں ہر طریقے سے آپ کی مدد کروں گا اور انشاء اللہ آپ بے حد کامیاب رہیں گے۔"

"بہتر۔۔اچھا مجھے اجازت دیں میں نے سفر کے لئے کچھ تیاریاں کرنی ہیں۔"

"او کے۔۔ میں بھی چلتا ہوں۔ میں صرف چائے پینے کے لئے یہاں چلا آیا تھا۔"

اور پھر دونوں نے ہاتھ ملایا اور حاجی صاحب پلیٹ میں دس روپے کا نوٹ پھینک کر باہر چلے گئے۔ تنویر ان سے پہلے ہوٹل سے باہر نکل چکا تھا۔ حاجی صاحب جب ہوٹل سے باہر نکلے تو تنویر ایک ستون کی آڑ میں کھڑا تھا۔ پھر جیسے ہی حاجی صاحب کی کار کمپاؤنڈ سے باہر نکلی تنویر لپک کر برآمدے میں لے ہوئے فون بوتھ میں گھس گیا۔

آج اتفاق نے اسے ایک گہرے راز سے روشناس کرایا تھا۔ وہ ویسے ہی چائے پینے اس ہوٹل میں چلا آیا تھا اور پھر حاجی صاحب سے گفتگو چھڑ گئی۔

اور اس طرح تنویر پر حکومت کے خلاف اور اس نامعلوم سرگرمیوں کا راز فاش ہو گیا۔ اسے خوشی تھی کہ وہ فخر سے ایکسٹو کو یہ راز بتائے گا۔

اس نے پھرتی سے ریسیور اٹھا کر ایکسٹو کے مخصوص نمبر گھمائے۔

چند ہی لمحوں بعد سلسلہ مل گیا۔

"ہیلو۔"

ایکسٹو کی مخصوص آواز تنویر کے کانوں سے ٹکرائی۔

"میں تنویر بول رہا ہوں جناب۔"

تنویر نے مودبانہ انداز میں جواب دیا۔

"کیا بات ہے تنویر۔"

ایکسٹو نے پوچھا۔

اور تنویر نے حاجی مظفر محمود کیساتھ اپنیگفتگو کی تمام تفصیل سنا دی۔

"ویری گڈ تنویر۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ تم اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھتے ہو۔"

اور تنویر کا سینہ یہ سن کر خوشی اور فخر سے پھول گیا۔

"تنویر تم ایسا کرو کہ نئے میک اپ میں حاجیمظفر محمود کی نگرانی کرو اور اگر کوئی خاص بات ہو تو واچ ٹرانسمیٹر پر مجھے رپورٹ دے دینا۔"

اور تنویر نے او کے سر کہہ کر فون رکھ دیا اور فون بوتھ سے باہر نکل آیا۔

پھر اس کی کار بھی رینگتی ہوئی ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر نکل گئی۔

☆☆☆

جمیل جیولرز کی شاندار دکان پر گاہکوں کیکافی بھیڑ تھی اور دکان کا مالک اور دیگر سیلز مین بڑی مستعدی اور پھرتی سے گاہکوں کو سونے کے جھلمل جھلمل کرتے ہوئے زیورات ڈبوں سے نکال نکال کر دکھلا رہے تھے۔

جمیلجیولرز کی دکان زیورات کے سلسلے میں ملک کے طول و عرض ہیں مشہور تھی۔ ان کے ہاں دیانتاور جدت کو پہلے نمبر پر جگہ دی جاتی تھی اور اب ان کے اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچیتھی۔

آج حسب معمول دکان گاہکوں سے پُر تھی۔ کافیتعداد میں مرد اور عورتیں زیورات دیکھ رہی تھیں چند لوگ دکان کے شوکیسوں میں سجے زیوراتکو دیکھ رہے تھے۔ لوگ آ جا رہے تھے ان میں عورتوں کی تعداد زیادہ تھی

غرضیکہ ایک میلے کا سماں تھا۔ ہر طرف رنگینی ہی رنگینی تھی۔ غریب آدمی تو اس رنگینی سے لطف اٹھانے کیکبھی سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ یہ تو امیروں کی دنیا تھی اور امیر ہی اس میں خوش رہ سکتے تھے۔

دکان کے باہر ایک لمبی سی کار رکی اور ایک نجوان مرد جس نے کپڑے اور بہترین تراش کا سوٹ زیب تن کر رکھا تھا۔ ہاتھ میں ایکڈبہ لیے تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا دکان میں داخل ہوا۔ وہ سیدھا منیجر کے پاس پہنچا اور ڈبہ اس کے سامنے رکھ دیا۔

"فرمایئے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

منیجر نے خوش اخلاقی سے پوچھا۔

"یہ ڈبہ کھول کر دیکھئے۔"

نوجوان کا لہجہ تلخ تھا۔

منیجر نے بھی لہجے کی تلخی کو محسوس کر لیا۔ لیکن اس نے بجائے جواب دینے کے ڈبہ کھول لیا۔ اس میں ایک انتہائی خوبصورت ہار پڑا جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔ ہار انتہائی خوبصورت اور قیمتی تھا۔

منیجر نے ہار کو غور سے دیکھا لیکن اس کیسمجھ میں کچھ نہ آیا کہ یہ نوجوان کیا چاہت اہے۔ اس نے دوبارہ پوچھا۔

"یہ ہار۔"

"یہ ہار پرسوں بیگم آپ کی دکان سے لے گئیتھیں۔ نوجوان نے پراسرار انداز میں کہا۔

"اچھا پھر۔"

اب منیجر بھی اکتا گیا تھا۔ کیونکہ اس نے دوسرے گاہکوں کو بھی نپٹانا تھا۔

"یہ ہار نقلی ہے۔"

نوجوان نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

لیکن منیجر کو یوں محسوس ہوا جیسے بم پھٹ پڑا ہو۔ ساتھ کھڑے ہوئے گاہک بھی چونک پڑے۔ اور اب سب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس ہار کو دیکھ رہے تھے جیسے وہ اس صدی کا عجوبہ ہو۔

اس نوجوان کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ لوگوں کی حیرت سے محظوظ ہو رہا ہو۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

آخر منیجر کو قدرے ہوش آیا تو وہ بولا۔

"آپکے سامنے ہے۔"

دکان میں ہلچل مچ گئی لوگوں نے زیورات سے ہاتھ کھینچ لیے دکان کے مالک جمیل بھائی تیزی سے منیجر کے پاس پہنچے اور پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے۔

"جناب یہ نوجوان ہار لے آئے ہیں اور کہتے ہیں پرسوں ان کی بیگم یہ ہار یہاں سے لے گئی ہیں۔ اب یہ کہتے ہیں کہ یہ نقلی ہے۔"

منیجر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"نقلی ہے۔"

سیٹھ نے حیرت سے ہار کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ غور سے دیکھنے پر سیٹھ نے محسوس کر لیا کہ ہار واقعی نقلی ہے لیکن بڑی خوبصورتی سے بنایا گیا تھا۔

معاف کیجئے۔ کیا آپ ہماری دکان کا جاری شدہ کیش میمو دکھا سکتے ہیں۔"

سیٹھ نے نوجوان سے کہا۔

"جی ہاں دیکھیے۔"

نوجوان نے جیب سے کیش میمو نکال کر سیٹھ کے سامنے کر دیا۔ سیٹھ نے غور سے کیش میمو دیکھا۔ کیش میمو واقعی ان کی دکان کا تھا اور ایک دن پہلے جاری کیا گیا تھا سیٹھ چکرا گیا کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ ہار واقعی انکی دکان سے فروخت کیا گیا تھا۔ لیکن یہ ہار نقلی کیسے بن گیا۔

"ہمارا اصلی والا ہار کہاں ہے۔"

سیٹھ نے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیا مطلب۔ یہی ہار ہے اور یہ نقلی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ ڈھنڈورا تو ہمیشہ دیانت کا پیٹتے ہیں اور مال نقلی فروخت کرتے ہیں۔ آپ کسی طرح یہ ہار واپس کر کے اس کی رقم لوٹا دیجئے ورنہ میں پولیس کو اطلاع کر دوں گا اور پھر آپ کی یہ دیانت اور شہرت خاک میں مل جائے گی۔"

نوجوان نے انتہائی تلخی سے کہا۔

"آپ مجھے بلیک میل کرنا چاہتے ہیں۔ اصلی ہار کے بدلے میں نقلی ہار واپس کر رہے ہیں۔"

سیٹھ نے بھی تلخی سے کہا۔

اور پھر منیجر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ذرا پولیس کو فون کرو۔ ابھی معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔"

یہ سن کر نوجوان کے چہرے کا رنگ ذرا بدلا لیکن جیسے ہی منیجر نے آگے بڑھ کر فون کو ہاتھ لگایا۔ نوجوان دو قدم پیچھے ہٹا۔ اب اس کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا۔ اور چہرے پر کرختگی اور درشتی چمک رہی تھی۔

اس کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر سب چونک پڑے۔

"خبردار کسی نے حرکت کی تو۔"

نوجوان نے چیخ کر کہا۔

پھر لوگوں کی حیرانی کی حد نہ رہی۔ جب انہیں اپنے چاروں طرف چار اور نوجوان ہاتھوں میں پستول لئے کھڑے نظر آئے عورتیں سہم گئیں۔

مرد اپنی جگہ بے حس و حرکت کھڑے تھے۔

"نمبر دو۔ تم دکان کا دروازہ بند کر دو۔"

اس نوجوان نے جو ان سب کا سرغنہ معلوم ہوتا تھا۔ ایک پستول بردار نوجوان کیطرف مخاطب ہو کر کہا۔

اس نے آگے بڑھ کر پھرتی سے دروازہ بند کر دیا۔ نوجوان کے ایک ساتھی نے آگے بڑھ کر شوکیسوں اور کاؤنٹروں پر رکھے ہوئے زیورات کے ڈبے نکال نکال کر کاؤنٹر کی سطح پر رکھنے شروع کر دیئے۔

ایک نے بڑھ کر تجوری کا دروازہ کھولا اور اس میں پڑے روپے اور خالص سونے کی ڈلیاں نکالنی شروع کر دیں۔

سیٹھ جمیل ٹکر ٹکر دیکھ رہے تھے لیکن جانکے خوف سے چپ تھے جب سب مال سمیٹا جا چکا تو ایک نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور سامان کی گٹھڑی اٹھا کر کار میں رکھی اور باقی لوگ بھی آہستہ آہستہ دروازے کیطرف کھسکنے لگے۔ اور پھرتی سے دکان سے اتر آئے۔

ان کے سرغنہ نے ایک کارڈ جیب سے نکال کر سامنے پھینکا لیکن ابھی وہ مڑ ہی رہا تھا کہ سڑک پر پولیس کی ویگن آ کر رکی۔ اور پھر گولیاں چلنے کی آوازیں آنے لگیں۔

اس نوجوان نے لپک کر کار کا دروازہ کھولا اور اندر گھس گیا۔ پھر اندھا دھند گولیاں چلنے لگیں۔ دکانیں دھڑا دھڑ بند ہونے لگیں۔ یہ سب کچھ اس طرح ہوا کہ ساتھ والے دکاندار نے اچانک دکان بند ہوتے دیکھ کر یہ احساس کیا کہ شاید کوئی گڑبڑ نہ ہو۔ اس نے پولیس کو فون کر دیا۔ نتیجہ میں اب دونوں طرف سے

گولیوں کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ پھر مجرموں کی کار گولیاں برساتیہوئی تیزی سے سڑک پر دوڑنے لگی اور پولیس ویگن بھی ان کا پیچھا کرنے لگی۔

اس کا سائرن گونجدار آواز میں بج رہا تھا اب زور و شور سے تعاقب ہو رہا تھا۔

اچانک مجرموں کی کار ایک سڑک پر مڑ گئی۔ پولیس ویگن بھی اسی طرف مڑ گئی یہ سڑک ساحل سمندر کی طرف جاتی تھی اس لئے بالکل ویران تھی۔ مجرموں کی کار کے ٹائروں میں گولیاں نہیں لگ رہی تھیں کیونکہ ان پر بلٹ پروف شیڈ نکل آئے تھے۔ شاید مجرموں نے اس کار میں کوئی خاص میکنزم لگا رکھا تھا۔ اب گولیاں برسانا بند ہو گئی تھیں۔ صرف کاریں ایکدوسرے کے پیچھے بھاگ رہی تھیں۔

مجرموں کی کار پولیس ویگن سے کافی آگے تھے۔ اچانک کار کی رفتار انتہائی تیز ہو گئی۔

پھر ایک موڑ پر اسی تیز رفتاری سے مڑ گئی۔ پولیس کی وین بھی چند لمحوں میں اس موڑ پر پہنچ گئی۔ موڑ مڑتے ہی سڑک درختوں کے ذخیرے سے گزرتی تھی۔ پولیس کی کار جیسے ہی موڑ مڑی۔ سامنے ہی مجرموں کی کار کھڑی تھی۔ پولیسکی کار اس کے ساتھ جا کر رک گئی اور سپاہی بندوقیں سنبھالتے ہوئے نیچے اتر آئے۔ وہ سب پولیس کی آڑ لیکر نیچے اترے تھے۔

لیکن ان سب کی احتیاط بیکار تھی۔ کیونکہمجرموں کی کار خالی تھی۔ مجرم شاید ذخیرہ میں گھس گئے تھے۔ جہاں سے انہیں گرفتار کرنا قطعی ناممکن تھا اور نہ جانے وہ کہاں سے کہاں تک پہنچ گئے ہتے۔ سپائیوں کیساتھ ایکسب انسپکٹر بھی تھا۔

انہوں نے وائرلیس پر پولیس ہیڈ کوارٹر کو پیغام تو راستے میں ہی دے دیا تھا۔ اس لئے انہیں امید تھی کہ پولیس کی کار عنقریب وہاں پہنچنے والی تھی۔ سب انسپکٹر کو دیکھ کر قدرے اطمینان ہو گیا تھا کہ جمیل جیولرز سے لوٹا ہوا مال ابھی کار میں موجود تھا۔ لیکن اچانک ان پر سڑک کے دونوں طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ

ہونے لگی۔

چار سپاہی تو پہلی باڑ میں ہی ڈھیر ہو گئے۔ بقیہ نے کاوں کی آڑ لینا چاہی مگر مجرم دونوں طرف چھپے ہوئے تھے اس لئے سب انسپکٹر اور دو سپاہی دوسیر باڑ میں ختم ہو گئے۔ سپاہیوں کے مرتے ہی مجرم درختوں کی آڑ سے نکلے اور پھر ان کے کار میں بیٹھتے ہی کار تیزی سے آگے بڑھ گئی اور پولیس کی کار اور مردہ سپاہی وہیں پڑے رہ گئے۔

☆جولیا بغل میں ایک بھاری پرس دبائے کینٹمیں گھوم رہی تھی۔ اسے اس علاقہ میں گھومتے ہوئے دو گھنٹے ہو چکے تھے۔ لیکن اسے ایکبات بھی مشکوک نہیں لگتی تھی۔ اب وہ گھومتے گھومتے بور ہو چکی تھی اس کا دل چاہا کہوہ کسی اچھے ہوٹل میں بیٹھ کر کھانا کھائے اور ایک آدھ گھنٹہ ریسٹ کرے۔

لیکن وہ ابھی تک کسی فیصلے تک نہیں پہنچ چکی تھی۔ اس لئے مسلسل گھوم رہی تھی۔ اچانک اس نے کپڑے کی ایک بہت بڑی دوکان کے سامنے ایک لمبی سی کار رکتے دیکھی۔

ڈرائیور کیساتھ سر احمد علی کار سے اتر کر دکان میں داخل ہوئے۔ سر احمد علی وزارتِ داخلہ میں سیکرٹری تھے۔ اسے دیکھتے ہی جولیا کے ذہن پر وہ منظر گھوم گیا۔ جب ایکسٹو نے عمران کو سر احمد علی کی نگرانی کے لئے کہا تھا۔ لیکن بعد میں اسے کچھ معلوم نہ ہوا۔

جولیا بھی لپک کر دوکان میں داخل ہو گئیاور کپڑوں کے مختلف ڈیزائن دیکھنے لگے دکان میں کافی رش تھا۔

جولیانے دیکھا کہ منیجر سر احمد علی سے بڑے پر اسرار انداز میں گفتگو کر رہا ہے۔ اور پھر وہ ان کو لیکر اندر بنے ہوئے کیبن میں چلا گیا۔

جولیانے لاکھ تدبیریں سوچیں کہ کسی طرح ان کی گفتگو سن لے لیکن یہ سب کچھ ناممکن تھا۔ چنانچہ وہ مجبوراً

www.Paksociety.com

وہیں کھڑی ڈیزائن دیکھتی رہی۔

تھوڑی دیر بعد سر احمد علی منیجر کیساتھ کیبن سے باہر نکلا سر احمد علی نے منیجر سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"اچھا بس اس کا خیال رکھیے۔"

"او کے۔"

منیجر نے کہا اور سر احمد علی تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے دکان سے باہر نکل آئے۔ڈرائیور نے ادب سے دروازہ کھولا اور گاڑی آہستہ آہستہ چل پڑی۔جولیا بھی ڈیزائن چھوڑ کر چہرے پر مایوسی کا اظہار لیے باہر نکل آئی جیسے اسے اپنے مطلب کا کوئی ڈیزائن نظر نہیں آیا ہو۔

سر احمد علی کی گاڑی ابھی تھوڑی دور گئی تھی کیونکہ ٹریفک کا رش تھا اس لئے گاڑی آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔

جولیا نے ان کا تعاقب کا ارادہ کیا۔اور لپک کر پاس کھڑی ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔

اس نے ڈرائیور کو ہدایت کی کہ سفید امپالا کا تعاقب کرے۔

"لیکن بیگم صاحبہ۔"

ڈرائیور نے قدرے مشکوک انداز میں کہا۔

"وہ میرے شوہر ہیں اور آجکل ان کے اور میرے درمیان ایک غلط فہمی ہو گئی ہے۔میں ان کی مصروفیات دیکھ کر اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا چاہتی ہوں۔"

جولیا نے تفصیل سے اسے بتا کر مطمئن کر دیا۔

اور ڈرائیور جولیا کا رکھ رکھاؤ دیکھ کر خاموش ہو گیا۔اس نے شانے اچکاتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کی جیسے کہہ رہا ہو۔بڑے لوگوں کی باتیں بھی بڑے ہی جانیں۔

جولیا کی ٹیکسی سفید امپالا کے پیچھے چل رہی تھی۔ان کے درمیان ایک اور گاڑی تھی ڈرائیور شاید تعاقب کے

سلسلے میں کافی مشاق معلوم ہوتا تھا کیونکہ اس نے درمیانی گاڑی سے ٹیکسی آگے بڑھانے کی کوشش نہ کی۔

تاکہ آگے جانے والی گاڑی میں بیٹھے ہوئے صاحب کو تعاقب کا شک نہ ہو۔

تھوڑی دیر میں امپالا وسیع اور قدرے صاف سڑک پر مڑ گئی اب اس کی رفتار بھی بڑھ گئی تھی۔ ٹیکسی کافی فاصلہ سے اس گاڑی کے پیچھے لگی ہوئی تھی۔

جولیا چوکنی بیٹھی متواتر آگے جانے والی گاڑی کو دیکھ رہی تھی۔جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو اسے ایک اسٹال پر صفدر نظر آیا۔جولیا نے ڈرائیور کو صفدر کے پاس ٹیکسی روکنے کو کہا۔

پھر جیسے ہی صفدر کی نظر ٹیکسی میں بیٹھی جولیا پر پڑی۔وہ لپک کر اس کے پاس آیا۔جولیا نے آہستہ سے دروازہ کھول دیا اور صفدر کو اندر بیٹھنے کے لئے کہا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے جولیا کا اشارہ پا کر ٹیکسی چلا دی۔

سفید امپالا بہت آگے ایک موڑ مڑ رہی تھی۔ جلد ہی وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ لیکن ٹیکسی ڈرائیور نے رفتار انتہائی تیز رکھی اور پھر موڑ مڑتے ہی انہیں دور جاتی ہوئی امپالا نظر آ گئی۔جولیا نے اس دوران صفدر کو انگلش میں تمام تفصیل بتا دی۔

صفدر نے کہا۔

"جولیا ہو سکتا ہے عمران کو یہ سب کچھ پہلے سے ہی معلوم ہو۔محنت کہیں رائیگاں نہ جائے۔"

"کوئی بات نہیں۔میرے خیال میں تو واقعات کچھ اس طرح پیش آئے ہیں۔"

"شاید عمران ان میں پھنس کر اس طرف توجہ نہ دے سکا ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔چلو کچھ بھی ہو ظاہر ہو جائے گا۔"

پھر وہ چپ ہو کر امپالا کیطرف دیکھنے لگے۔

www.Paksociety.com

تھوڑی دیر بعد امپالا دارالحکومت سے دور ایک ویران پہاڑی کیطرف مڑ گئی۔ یہ پہاڑی بے برگ وگیاہ تھی۔ یہ صدیوں سے اس طرح چلی آرہی تھی۔ اور پتہ نہیں دارالحکومت کے اتنے نزدیک ہونے کے باوجود اس پر توجہ کیوں نہیں دی تھی۔ نہیں تو یہ ایک بہترین پکنک پوائنٹ بن سکتا تھا۔

"جولیا! تم نے آج کا اخبار دیکھا۔"

صفدر نے اچانک کہا۔

"نہیں۔ کیا کوئی خاص بات ہے۔"

جولیا نے چونکتے ہوئے کہا۔

"اب شوگی پاپا اوچھے ہتھیاروں پر اتر آیا ہے۔ کل اس کے گروہ نے حلقہ بازار کے مشہور جوہری جمیل جیولرز کی دکان پر دن دہاڑے ڈاکہ مارا سارا سونا اور زیورات نکال کر لے گئے اور وہیں اپنا کارڈ بھی چھوڑ گئے جس پر شوگی پاپا لکھا ہوا ہے۔"

"پولیس کو اطلاع نہیں ملی تھی۔"

جولیا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"پولیس نے تو ان کا تعاقب کیا لیکن ساحل سمندر کے نزدیک ذخیرے میں انہوں نے پولیس کے سات سپاہیوں اور ایک سب انسپکٹر کو ختم کر دیا اور خود فرار ہو گئے۔"

صفدر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"عجیب بات ہے۔ اتنا بڑا مجرم اور اس طرح معمولی ڈاکے مارتا پھرے معلوم نہیں۔۔۔ ویسے مجھے اس میں کوئی بڑا راز معلوم ہوتا ہے۔"

"صاحب اب۔"

اچانک ڈرائیور نے ان کیطرف مسکرا کر پوچھا اور وہ دونوں چونک پڑے۔

کیونکہ ڈرائیور ان سے مخاطب تھا۔ امپالا پہاڑی کے دامن میں رک گئی تھی اور ڈرائیور مزید ہدایات لینا چاہتا تھا۔

"تم یہیں ایک درخت کے نیچے رک کر ہمارا انتظار کرو۔"

جولیا نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔ "ہم ابھی آتے ہیں۔"

ڈرائیور نے ٹیکسی ایک سائیڈ میں روک دی اور وہ دونوں پھرتی سے نیچے اتر آئے۔

اب دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہنستے کھیلتے پہاڑی کیطرف بڑھ رہے تھے جیسے ایک خوش باش جوڑا ہنی مون منانے نکل کھڑا ہوا ہو۔ شاید وہ اس طرز کی ایکٹنگ اس لئے کر رہے تھے کہ سر احمد علی کو ان پر شک نہ گزرے۔

"اگر تنویر ہمیں اس حالت میں دیکھ لے تو کیا کر گزرے۔"

صفدر نے ہنستے ہوئے جولیا کیطرف دیکھا۔

"ہونہہ! وہ تو بڑا احمق ہے۔"

جولیا نے نفرت سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

"ویسے وہ اپنے دل سے مجبور ہے۔"

صفدر نے جولیا کو مزید چھیڑتے ہوئے کہا۔

صفدر بھی آج چھیڑ چھاڑ کے موڈ میں تھا۔

"لعنت بھیجو اس پر۔ نجانے ایکسٹو نے ایسے نکمے آدمی کیوں محکمے میں رکھے ہوئے ہیں۔"

جولیا اکتائی معلوم ہونے لگی۔

"نہیں جولیا۔ ویسے وہ آدمی کام کا ہے۔ بس عشق نے غالب نکما کر دیا۔" صفدر نے ٹکڑا لگایا اور جولیا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"ویسے عمران اسکی مٹی بہت پلید کرتا ہے؛ ہلم وپ اہساڈ جھٹ پی لپُ جر بجہ باز نہیں آتا۔"

جولیا نے صفدر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس انہی باتوں سے تنویر کا جی جلتا ہے کہ تم عمران کی تعریفیں کرتی رہتی ہو۔"

صفدر نے شرارت بھری آنکھوں سے جولیا کو دیکھتے ہوئے کہا اور جولیا مسکرا کر رہ گئی۔

اب وہ دونوں امپالا کے نزدیک پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے اچٹتی ہوئی نگاہ امپالا پر ڈالی وہاں صرف ڈرائیور تھا اور وہ سگریٹ پھونک رہا تھا۔ سر احمد علی غائب تھے۔

ڈرائیور نے ایک گہری نظر ان دونوں پر ڈالی پھر کچھ سوچ کر مسکرا پڑا۔ اور زور زور سے راجپوتی سٹائل میں سگریٹ کے کش لینے لگا۔

صفدر اسے دیکھ کر مسکرایا اور پھر دونوں آگے بڑھ گئے۔ اب پہاڑی کی چڑھائی آ گئی تھی۔

"سر احمد کہاں جا سکتا ہے۔"

جولیا نے پوچھا۔

"معلوم نہیں۔ ویسے یہاں سر احمد علی جیسے آدمی کا آنا راز سے خالی نہیں۔" صفدر نے جواب دیا۔

وہ آہستہ آہستہ پہاڑی پر چڑھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا تو پہاڑی کی پرلی ڈھلوان پر ایک چھوٹا سا پرانا مندر تھا۔ جو ویران معلوم ہو رہا تھا۔

"میرے خیال میں سر احمد علی اسی مندر میں گئے ہوں گے۔"

جولیا نے رائے دی۔

"کیوں۔"

صفدر نے پوچھا۔

"کیونکہ اس کے علاوہ اور ایسی جگہ یہاں نہین ہے جہاں سر احمد علی جا سکتے ہیں۔"

"لیکن اس کا مندر میں کیا کام ہو سکتا ہے۔"

یہ تو مندر میں جا کر ہی معلوم ہو گا کہ اصل حقیقت کیا ہے۔"

پھر وہ آہستہ آہستہ مندر کی طرف بڑھنے لگے مندر بالکل ویران تھا۔ وہ پہلے تو مندر کے پاس سے ہوتے ہوئے گزر گئے۔ کافی دور جا کر وہ واپس مڑے۔

"میرے خیال میں مندر کو اندر سے چیک کرنا چاہیے۔"

صفدر نے رائے دی۔

لیکن ہمارا مندر میں یوں اچانک چلے جانا ہمارے لئے خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔" جولیا نے رائے دیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر تم یہیں ٹھہرو میں اندر جاتا ہوں اگر کوئی خطرے والی بات ہو تو ایکسٹو کو واچ ٹرانسمیٹر پر اطلاع دے دینا۔

"یہ ٹھیک ہے۔ ہم دونوں کے بیک وقت پھنس جانے کی بجائے ایک آدمی کو ہی اندر جانا چاہیے۔

اور صفدر تیزی سے بڑھتا ہوا مندر کیطرف بڑھ گیا۔ اور جولیا ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں بیٹھ گئی۔ صفدر نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ آہستہ سے مندر میں داخل ہوا۔ مندر میں داخل ہوتے ہی ایک چھوٹا سا کمرہ نظر آیا جو بالکل ویران تھا۔ چاروں طرف مکڑیوں کے جالے تھے۔ کمرہ انتہائی خستہ حالت میں تھا۔ لیکن صفدر فرش پر قدموں کے صاف نشانات دیکھ کر چونک پڑا۔ وہ سمجھ گیا کہ سر احمد علی یہاں آئے ہیں۔

www.Paksociety.com

اب وہ محتاط ہو گیا۔ جیب میں پڑے پستول پر اس کی گرفت مضبوط ہو گئی۔ اس چھوٹے کمرے کے آگے ایک اور بڑا سا کمرہ نظر آیا۔ صفدر احتیاط سے اس میں داخل ہو گیا۔ اس کمرے کی حالت بھی پہلے کمرے کی سی تھی۔

اس کمرے کے درمیان میں ایک بری سی پرانی مورتی پڑی تھی جس کی ایک آنکھ تھی لیکن وہ خالی تھی ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس آنکھ میں قیمتی پتھر تھا جو بعد میں کسی نے نکال لیا۔

قدموں کے نشان اس مورتی تک آ کر ختم ہو گئے تھے۔ اس لئے صفدر سمجھ گیا کہ مورتی سے کوئی راستہ کسی خفیہ تہہ خانے تک جاتا ہے۔ وہ ابھی دیکھ ہی رہا تھا کہ ہلکی سی گڑگڑاہٹ ہوئی۔

صفدر پھرتی سے مورتی کے پیچھے چھپ گیا۔ مورتی سامنے سے دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس میں سے سر احمد علی باہر نکل آئے اور مورتی دوبارہ اپنی اصلی حالت میں آ گئی۔ سر احمد علی نے جیب سے رومال نکال کر کوٹ کی گرد کو جھاڑا۔ اور پھر رومال جیب میں رکھ کر وہ چلنے لگا تو ان کی نظر اچانک فرش پر پڑی اور وہ چونک پڑے۔ کیونکہ ان کے قدموں کیساتھ ساتھ دوسرے قدموں کے نشانات بھی صاف نظر آ رہے تھے۔

سر احمد علی سمجھ گئے کہ کوئی شخص اندر داخل ہوا ہے اور ابھی تک کمرے میں ہی موجود ہے کیونکہ اگر وہ باہر گیا ہوتا تو واپسی کے نشانات بھی نظر آتے۔ سر احمد علی نے پھرتی سے ریوالور نکالا اور ادھر ادھر دیکھا۔

صفدر بھی چونک گیا۔ صفدر نے سوچا کہ اب بھی وقت ہے کہ میں بے خبری میں سر احمد علی کو کور کر سکتا ہوں۔ ورنہ اگر ان کا داؤ چل گیا تو ساری بھاگ دوڑ فضول ثابت ہو گی۔ چنانچہ جیسے ہی سر احمد علی کی پشت صفدر کی طرف ہوئی۔ صفدر جھپٹ کر مورتی کے عقب سے نکلا۔

"ہینڈز اپ۔"

صفدر کی گرجدار آواز سنائی دی۔

اور صفدر کے ریوالور کی نال کی چبھن پشت پر محسوس کی تو انہوں ن ے آہستہ سے ریوالور نیچے گرا دیا۔ لیکن پھر جھٹکے سے ریوالور صفدر کے ہاتھ سے بھی نکل گیا کیونکہ سر احمد علی صفدر کی توقع سے بھی زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا۔ انہوں نے اچھل کر یکدم لات ماری جو صفدر کے ریوالور پر پڑی اور ر روالور صفدر کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔

اس سے پہلے کہ صفدر اس ناگہانی حملے سے سنبھلتا، سر احمد علی کا ایک زوردار مکا صفدر کی کنپٹی پر پڑا۔ اور صفدر کٹے ہوئے شہتیر کیطرح فرش پر آ گرا۔ پہلی ضرب ہی اتنی زوردار تھی کہ صفدر جیسا قوی اور توانا شخص اندھیرے میں ڈوب گیا۔ یقیناً سر احمد علی گینڈے جیسی قوت کے مالک تھے۔

صفدر کے نیچے گرتے ہی انہوں نے جھک کر اپنا ریوالور اٹھایا اور انہوں نے صفدر کو ہلا جلا کر دیکھا۔ جب اس کیطرف سے اطمینان ہو گیا تو انہوں نے صفدر کا کمرے میں پڑا ہوا ریوالور اٹھایا۔ ایک لمحہ کے لئے اسے الٹا کر دیکھا پھر اس کو جیب میں ڈال لیا۔ پھر انہوں نے مورتی کی آنکھ میں انگلی گھمائی انگلی گھماتے ہی مورتی سامنے سے دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔

سر احمد علی نے صفدر کو اٹھایا اور کندھوں پر ڈال لیا اور مورتی میں گھس گئے۔ ان کے جاتے ہی مورتی دوبارہ اپنی اصلی حالت میں آ گئی مورتی کے اندر زینے بنے ہوئے تھے۔

وہ تیزی سے زینے اترتے چلے گئے۔ زینے ایک چھوٹے سے ہال میں جا کر ختم ہو گئے اس ہال کی سجاوٹ اور خوبصورتی دیکھ کر کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ ایک ویران سے مندر میں واقع ہے۔

ان کے اندر داخل ہوتے ہی ایک جسیم اور قد آور شخص ایک چھوٹے سے دروازے سے اندر داخل ہوا۔ اس نے حیرت سے سر احمد علی کیطرف دیکھا۔

"کیا بات ہے۔ یہ کون شخص ہے؟"

اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"سر! یہ آدمی مورتی کے پاس چھپا ہوا تھا۔"

سر احمد علی کا لہجہ بڑا مودبانہ تھا۔

سر احمد علی نے صفدر کو کندھے سے اتار کر فرش پر ڈال دیا۔

صفدر ابھی تک بے ہوش تھا۔ شاید چوٹ انتہائی شدید تھی۔ دوسرے آدمی نے صفدر کو غور سے دیکھا۔

"شاید یہ میک اپ میں ہے۔"

"میک اپ"!

سر احمد علی حیران ہو کر بولے۔

"ذرا الماری سے ایمونیا کی بوتل نکال لاؤ۔"

سر احمد علی ہال کے کونے میں رکھی ہوئی ایک بڑی سی الماری کیطرف بڑھ گئے۔ انہوں نے وہاں سے بوتل نکالی اور واپس ہوئے۔

"اس کا چہرہ اس سے صاف کرو۔"

سر امد نے ایمونیا سے صفدر کا میک اپ صاف کر دیا۔ اب صفدر کا اصل چہرہ سامنے تھا۔ ایمونیا منہ پر پڑتے ہی صفدر ہوش میں آ گیا تھا۔

اسے ہوش میں آتا دیکھ کر لحیم شحیم آدمی نے جیب سے پستول نکال لیا۔ صفدر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ اب بھی سر کو جھٹک رہا تھا۔ جیسے آنکھوں کے سامنے چھائی ہوئی دھند کو صاف کر رہا ہو۔

"یہ تو وہی آدمی ہے جو ہماری قید سے نکل گیا تھا۔"

سر احمد علی نے صفدر کو اصل روپ میں پہچان لیا۔

"لیکن یہ یہاں کیسے آ پہنچا۔"

دوسرے آدمی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ تو میں بھی حیران ہوں۔"

سر احمد علی نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ یہ اڈہ بھی اب محفوظ نہیں رہا۔

دوسرے آدمی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے یہ اتفاقاً یہاں آ گیا ہو۔"

سر احمد علی نے رائے دی۔

"نہیں، یہ ناممکن ہے۔ یہ دراصل تمہارا پیچھا کرتا ہوا یہاں تک آیا ہو گا۔" اس آدمی نے سر احمد علی کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"لیکن۔۔۔"

"ٹھہرو۔"

سر احمد علی کے فقرہ مکمل کرنے سے پہلے اس نے کہا۔ اور سر احمد علی خاموش ہو گئے وہ اس آدمی سے بے حد مرعوب تھے۔ اس آدمی نے پھرتی سے ریوالور کا دستہ صفدر کے سر پر دے مارا۔ جو حیرانی سے اس حال کو دیکھ رہا تھا۔

صفدر ضرب لگتے ہی پھر بے ہوش ہو گیا۔

"اس کے دوسرے ساتھی بھی یہیں پاس ہوں گے۔" اس آدمی نے کہا۔

اور سر احمد علی چونک پڑے۔

www.Paksociety.com

www.Paksociety.com

"ہو سکتا ہے۔"

انہوں نے کہا۔

"ہمیں فوراً اس اڈے کو تباہ کر کے نکل جانا چاہیے۔"

یہ کہہ کر وہ فوراً سوئچ بورڈ کیطرف بڑھا۔ شاید وہاں ڈائنامائیٹ سسٹم انہوں نے پہلے ہی لگا دیا تھا۔

میں ٹائم سیٹ کرتا ہوں۔ تم الماری سے ضروری کاغذات نکال لاؤ۔"

اس آدمی نے سر احمد علی سے کہا۔

"ٹھہرو۔ پہلے مجھ سے ٹائم سیٹ کر لو۔"

زینے کیطرف سے آواز ابھری۔

اور وہ دونوں اپنی اپنی جگہ ٹھٹھک کر رک گئے۔

عمران زینے سے اتر کر نیچے آ گیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں ریوالور چمک رہے تھے۔ دراصل جولیا کو صفدر کا انتظار کرتے کرتے کافی دیر ہو گئی تو اس نے خطرے کا احساس کر کے واچ ٹرانسمیٹر پر ایکسٹو کو سچوئشن سے آگاہ کر دیا۔

عمران کال سنتے ہی وہاں پہنچ گیا کیونکہ اسے خدشہ تھا کہ کہیں صفدر کسی خطر میں نہ پھنس گیا ہو۔ پھر عمران اپنی ذہانت سے مورتی کے ذریعے اندر آ پہنچا۔ وہ اس وقت اندر پہنچا جب صفدر دوبارہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اگر عمران بروقت وہاں نہ پہنچ جاتا تو صفدر بھی اس مندر کے ساتھ ساتھ ختم ہو چکا ہوتا۔

سر احمد علی نے عمران کو دیکھتے ہی ہاتھ جیب میں لے جانا چاہا۔ ادھر عمران کے ریوالور کی گولی اس کے کان کے پاس سے نکل گئی۔

"ہاتھ جیب سے دور رکھو ورنہ دوسری گولی دماغ میں روشندان بنا دے گی۔"

عمران کی آواز میں سفاکی کا عنصر غالب تھا۔

اور سر احمد علی ٹھٹھک کر رک گیا۔

"جولیا۔ تم ان دونوں کی جیبوں سے ریوالور نکال لو۔"

عمران نے جولیا کو حکم دیا۔

جولیا پہلے اس لحیم شحیم شخص کیطرف بڑھی۔ جولیا اس کیطرف سیدھی جا رہی تھی۔ جب وہ قریب پہنچنے لگی تو عمران نے چیخ کر کہا۔

"جولیا اس کی پشت پر جاؤ۔"

جولیا اپنی غلطی محسوس کر کے ٹھٹھکی مگر بے سود۔ کیونکہ اس آدمی کو ایک سنہری موقع مل چکا تھا۔ اس کا ایک بھاری بھرکم ہاتھ جولیا کی گردن کے گرد لپٹ چکا تھا۔

"اسے چھوڑ دو ورنہ میں تمہارے ساتھی کو گولی مار دوں گا۔"

عمران نے انتہائی خونخواری سے لحیم شحیم آدمی کو کہا۔

"بڑی خوشی سے مار دو۔ لیکن یاد رکھو تمہاری اس محبوبہ کی گردن ٹوٹ چکی ہو گی۔"

یہ کہہ کر اس آدمی نے جولیا کی گردن پر بازو کا دباؤ بڑھا دیا۔ جولیا بری طرح پھنس چکی تھی۔ گردن پر دباؤ کی وجہ سے اس کا چہرہ گہرا سرخ ہو گیا تھا۔ اور آنکھوں میں بے چینی کے آثار تھے۔

اب عمران عجیب کشمکش میں تھا۔ جولیا کی معمولی سی غلطی نے سچوئشن ہی بدل دی تھی۔

"ریوالور نیچے پھینک دو ورنہ۔۔۔"

یہ کہہ کر اس شخص نے جولیا کی گردن پر بازو کا دباؤ بڑھا دیا۔ اور جولیا کا دباؤ کی وجہ سے منہ کھل گیا۔ اور چہرے پر شدید تکلیف کے آثار نظر آنے لگے۔

اب عمران کے سامنے ریوالور پھینک دینے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کیونکہ یہ شخص جولیا کی گردن صرف ایک جھٹکے میں توڑ سکتا تھا۔ اور یہ اس سے بعید بھی نہیں تھا کہ وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ بھی پہنا دے۔

اس لئے عمران نے ہرچہ باداباد کے مقولے پر عمل کرتے ہوئے ریوالور نیچے پھینک دیا۔

عمران کے ریوالور نیچے گراتے ہی سر احمد علی نے فوراً جیب سے ریوالور نکال لکر عمران کو کور کیا۔ عمران نے بغیر اس کے کہے اپنے ہاتھ اونچے کر لئے۔

"بڑے سمجھدار ہو۔"

سر احمد علی نے کہا۔

دوسرے شخص نے عمران کو ہاتھ اٹھائے دیکھ کر جولیا کو بھی ایک جھٹکے سے پرے پھینک دیا۔ اور خود جیب سے ریوالور نکال لیا۔ جولیا اس شخص سے علیحدہ ہو کر بڑی تیزی سے اپنی گردن مسل رہی تھی۔

"اپنے ہاتھ اٹھاؤ لڑکی۔"

اور جولیا نے ہاتھ اونچے کر دیئے۔

"تم ان کے ہاتھ باندھو۔"

اس نے سر احمد علی کو حکم دیا

اور سر احمد علی عمران کیطرف بڑھے۔ وہ چکر کاٹ کر اس کی پشت کیطرف سے گیا۔ چند ہی منٹ بعد عمران اور جولیا کے ہاتھ ان کی پشت پر باندھے جا چکے تھے۔

"اس کے بے ہوش ساتھی کے ہاتھ بھی باندھ دو۔ کہیں راستے میں اسے ہوش نہ آ جائے۔"

اور سر احمد علی نے بے ہوش پڑے صفدر کے ہاتھ بھی پشت پر باندھ دیئے۔

عمران کو راستے کا لفظ سن کر اطمینان ہو گیا کہ وہ انہیں یہیں چھوڑ کر نہیں جاتے بلکہ اپنے ساتھ کہیں اور لے

جانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ کہیں وہ مندر کو ڈائنامائٹ سے اڑا دیں اور انہیں مندر میں چھوڑ دیں۔ کیونکہ وہ خود ان کے ہیڈ کوارٹر جانا چاہتا تھا۔ آج قدرت نے اسے اس کا موقع دے دیا ورنہ اب تک وہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا پھر رہا تھا۔

جتنی دیر میں سر احمد علی ان لوگوں کے ہاتھ باندھتا رہا۔ دوسرا شخص اپنے سامنے ایک چھوٹی سی مشین رکھے جو یقیناً ٹرانسمیٹر تھا۔ کسی کو کال کرتا رہا۔

"ہیلو۔ ایس ٹو سپکنگ۔ ہیلو ایس ٹو سپیکنگ۔"

چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک بھرائی ہوئی آواز آئی۔

"یس۔ ایس ون آن دی لائن۔"

"سر میں ایس ٹو بول رہا ہوں۔"

"ہم نے دشمن کے تین آدمی اڈہ نمبر چار پر گرفتار کیے ہیں۔"

"اوور۔"

"اڈہ نمبر 4 پر وہ کیسے؟"

"شر۔ شاید ایس فائیو کا پیچھا کرتے ہوئے آئے ہیں اوور۔"

ایس ٹو نے سر احمد علی کو گھورتے ہوئے کہا۔

سر احمد علی کا چہرہ ایہ الفاظ سن کر تاریک ہو گیا۔

"ایس فائیو یہاں موجود ہے۔ اوور۔"

"یس سر۔ اوور۔"

"اسے سیٹ پر حاضر کرو۔"

www.Paksociety.com

ایس ٹو کے اشارے پر سر احمد علی سیٹ کے سامنے پہنچ گیا۔

"یس سر۔ایس فائیو سپیکنگ۔"

سر احمد علی نے کانپتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ لوگ تمہارا پیچھا کرتے ہوئے یہاں آئے ہیں۔اوور۔"

"معلوم نہیں باس۔ویسے میں نے اپنی طرف سے پوری احتیاط کی ہے۔"

سر احمد علی نے پریشان لہجے میں کہا۔

"اگر پوری طرح احتیاط کی ہوتی تو یہ یہاں تک کیسے پہنچتے۔"

ایس ون کا لہجہ انتہائی بھیانک ہو گیا۔

"سر!سر!۔"

سر احمد علی کے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔

"ایس ٹو کو سیٹ پر حاضر کرو۔"

"یس سر۔ایس ٹو سپیکنگ۔"

ایس ٹو نے مائیک احمد علی سے لیتے ہوئے کہا۔

"ایس ٹو۔تم اور ایس فائیو ان آدمیوں کو لیکر فوراً ہیڈ کوارٹر پہنچ جاؤ۔میں کل ہی میجر آپریشن کر کے یہاں سے فارغ ہونا چاہتا ہوں۔ہمیں پہلے ہی کافی دیر ہو گئی ہے۔وین ابھی اڈہ نمبر 4 پر پہنچ جاتی ہے۔"

"اوکے سر۔"

"اوور اینڈ آل۔"

سپیکر سے آواز نکلنی بند ہو گئی۔

اور سر احمد علی کے چہرے پر تازگی آگئی۔

"ایس فائیو۔ان تینوں کو اوپر کمرے میں لے جاؤ۔میں ٹائم سیٹ کر کے آتا ہوں۔"

"چلو۔"

سر احمد علی نے عمران اور جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

ابھی عمران کوئی جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ ایس ٹو نے ریوالور کا دستہ زور سے عمران کے سر پر دے مارا۔دوسری ضرب سے عمران بے ہوش ہو گیا۔

سر احمد علی نے یہی حربہ جولیا پر آزمایا اور چند ہی لمحوں بعد دونوں بے ہوش پڑے تھے۔

☆☆☆☆

آج رات حاجی مظفر کی کوٹھی پر کیپٹن شکیل اور تنویر پہرہ دے رہے تھے۔تنویر کی رپورٹ پر ایکسٹو نے یہ انتظام کیا تھا۔پہرہ دیتے دوسری رات ہو چکی تھی۔لیکن ابھی تک کوئی بات سامنے نہیں آئی تھی۔کیپٹن شکیل کوٹھی کی پشت پر اور تنویر کوٹھی کے سامنے ایک سڑک پر پھٹی پرانی کمبل اوڑھے فٹ پاتھ پر پڑا ہوا تھا۔اس نے برص زدہ فقیر کا میک کیا ہوا تھا۔اور تھوڑی دیر بعد سر کو اس طرح جھٹک رہا تھا جیسے کسی کی بات کا جواب دے رہا ہو۔

کیپٹن شکیل چست لباس میں ایک گھنے درخت پر چڑھ کر کوٹھی کے اندر نظریں دوڑا رہا تھا۔ہر طرف ایک بھیانک خاموشی چھائی ہوئی تھی۔کیونکہ یہ کوٹھی شہر سے کافی دور واقع تھی۔اس لئے سڑک تقریباً سنسان تھی۔کبھی کبھار کوئی بھولی بھٹکی کار گرد اڑاتی ہوئی گزر جاتی۔حاجی مظفر کی کوٹھی سے تقریباً تین فرلانگ پر

www.Paksociety.com

www.Paksociety.com

وزارت خارجہ کا دفتر واقع تھا۔ جہاں دن رات ملٹری کے نوجوان پہرہ دیے رہتے تھے۔

اچانک تنویر چونک پڑا۔ کیونکہ سڑک پر دور سے ایک کار رینگتی ہوئی آ رہی تھی۔

تنویر نے سر کو زور زور سے جھٹکنا شروع کر دیا۔ کار آہستہ آہستہ تنویر کے پاس آ کر رک گئی۔ کار میں اندھیرا تھا۔ اس لئے تنویر کو معلوم نہ ہو سکتا کہ اندر کتنے آدمی ہیں۔

"یہ فقیر اس سنسان سڑک پر کیوں آ بیٹھا ہے۔"

کار سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"فقیر جو ہوا۔"

ایک اور آواز سنائی دی۔

"اسے چیک تو کریں۔"

اور پھر کار کا دروازہ کھول کر ایک آدمی باہر نکل آیا۔

"بابا۔"

اس نے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

لیکن تنویر نے جواب دینے کی بجائے سر کو اور بھی زور زور سے جھٹکنا شروع کر دیا۔

"بابا۔ بابا۔"

اس آدمی نے اب زور سے پکارا۔

"کیا ہے۔"

تنویر نے اپنی سرخ سرخ آنکھیں کھول کر مخاطب کو دیکھنا شروع کر دیا۔

تنویر نے نہ جانے کونسا لوشن لگا رکھا تھا۔ کہ اس کی آنکھیں اندھیرے میں بری طرح چمک رہی تھیں۔

"بابا۔ شہر میں جا کر ڈیرہ لگاؤ۔ یہاں تمہیں کیا ملے گا۔"

"تو تو مارا کیا خیال ہے کہ ہم یہاں کسی سے کچھ لینے کے لئے بیٹھے ہیں۔"

تنویر کی آواز میں جلال تھا اور اس کے ماتھے پر لکیریں بننے اور مٹنے لگیں۔

"تو۔۔۔"

"جا بچہ چلا جا۔ تم فقیروں کی رمزیں نہیں جانتے۔ کہیں تمہیں نقصان نہ ہو۔"

اب تنویر کی آواز میں نرمی تھی۔

اور پھر اس نے آنکھیں بند کر کے سر کو جھٹکنا شروع کر دیا۔ وہ آدمی چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ پھر کار کی طرف مڑ گیا۔

"کوئی فقیر ہی معلوم ہوتا ہے۔"

اس آدمی نے کار کے پاس آ کر کہا۔

"چلو اندر بیٹھو۔"

وہی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔

اور وہ آدمی کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ کار رینگتی ہوئی آگے بڑھ گئی اور پھر تھوڑی دور جا کر حاجی مظفر کی کوٹھی کے سامنے رک گئی۔ کار کے ہیڈ لیمپ تین دفعہ جلے بجھے اور کوٹھی کا دروازہ کھل گیا۔ کار اندر چلی گئی۔ اور پھاٹک بند ہو گیا۔

تنویر نے پھاٹک بند ہوتے ہی اپنے میلے سے بچھونے کے نیچے سے کلائی کی گھڑی باہر نکال لی جس میں ٹرانسمیٹر فٹ تھا۔ اور کار کی رپورٹ کیپٹن شکیل کو دے کر اس نے گھڑی پھر بچھونے کے نیچے رکھ دی۔

چند لمحے اسی طرح گزر گئے۔ اچانک تنویر چونک پڑا کیونکہ بچھونے کے نیچے سے ہلکی ہلکی سوں سوں کی آواز

www.Paksociety.com

سنائی دے رہی تھی۔ تنویر نے پھرتی سے گھڑی بچھونے کے نیچے سے نکالی اور بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو۔ کم آن دا لائن۔" سیٹ سے ایکسٹو کی آواز ابھری۔

تنویر نے ہلکی آواز مین کہا۔

"یس۔ تنویر آن دی لائن۔"

"رپورٹ۔"

اور تنویر نے کار والا واقع ایکسٹو کو سنا دیا۔

"اچھا۔ تم کیپٹن شکیل کو لیکر کوٹھی میں داخل ہو جاؤ میں بھی وہاں آ رہا ہوں۔ میرے خیال میں آج مجرموں کے مقاصد کا ہمیں بخوبی علم ہو جائے گا۔"

ایکسٹو نے تنویر کو حکم دیا۔

"او کے سر۔"

تنویر نے سیٹ بند کر کے دوبارہ شکیل کو کال کیا۔ اور ایکسٹو کا حکم سنا دیا۔ کیپٹن شکیل نے اسے کوٹھی کی پشت پر آنے کے لئے کہا۔

تنویر نے اب گھڑی ہاتھ پر باندھ لی اور اسی لباس میں آہستہ آہستہ چلتا کوٹھی کی پشت پر چلا گیا۔

کیپٹن شکیل اسے کہیں بھی نظر نہیں آیا۔ وہ چند لمحے بغور ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ پھر اسے ایک درخت سے کیپٹن شکیل نیچے اترتا نظر آیا۔

"تنویر ادھر آؤ۔ یہاں سے دیوار ذرا نیچی ہے۔ تم نیچے بیٹھو میں تمہارے کندھے پر سوار ہو کر دیوار پر چڑھ جاتا ہوں۔"

تنویر نیچے بیٹھ گیا اور کیپٹن شکیل اس کے کاندھوں پر پیر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ تنویر آہستہ سے اٹھا۔ اب کیپٹن

شکیل کے ہاتھ دیوار تک پہنچ گئے تھے پھر کیپٹن شکیل اپنے بازوؤں پر زور دیتا ہو دیوار پر چڑھ گیا۔ پھر اس نے نیچے ہاتھ بڑھایا اور اس کی مدد سے تنویر بھی دیوار پر چڑھ گیا۔ پھر ہلکے سے دو دھماکے ہوئے اور دونوں اندر جا پڑے۔ چند لمحے وہ دونوں وہیں ٹھہرے رہے لیکن انہیں کوئی آہٹ نہ سنائی دی۔ کوٹھی پر مکمل سکوت طاری تھا۔

وہ دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے پورٹیکو مین ائے۔ یہاں زیرو پاور کا بلب روشن تھا۔ جس کی مدھم روشنی ہو رہی تھی۔ وہ دونون پنجوں کے بل چلتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ برآمدوں میں تین کمروں کے دروازے تھے۔ دو تو بند تھے لیکن ایک کمرے کے دروازے سے روشنی کی پتلی سی لکیر کی ہول سے باہر آ رہی تھی۔ وہ دونوں اس طرف چلے گئے۔ کیپٹن شکیل نے کی ہول سے اندر جھانکا لیکن سامنے ایک پردہ تھا۔

کمرے سے ہلکی ہلکی باتوں کی آواز آ رہی تھی۔

تنویر ہاتھ میں ریوالور لیے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ وہ پوری طرح چوکنا تھا۔ کیپٹن شکیل نے دروازے کو ہلکے سے دبایا۔ تو اس میں ایک معمولی سی درز بن گئی اب باتیں کچھ کچھ سمجھ میں آ رہی تھیں۔

اچانک کیپٹن شکیل اور تنویر چونک پڑے کیونکہ گیٹ کھلنے کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ شاید کوئی اندر آ رہا تھا۔

کیپٹن شکیل تیزی سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا لیکن چھپنے کے لئے کوئی جگہ نظر نہ آئی۔ ایک لمحہ کے لئے وہ دونوں پریشان ہو گئے۔

پھر کیپٹن شکیل نے تنویر کا ہاتھ پکڑا اور وہ دونوں آہستہ سے ساتھ والے کمرے کیطرف بڑھ گئے۔ کیپٹن شکیل نے دروازہ دبایا تو دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اندر اندھیرا تھا دونوں دروازہ کھول کر اندر گھس گئے۔ اور دروازہ دوبارہ بند کر دیا۔

گیٹ سے اندر آنیوالی ایک وین تھی جو پورٹیکو میں کھڑی ہوئی کار کے پاس آ کر رک گئی۔ دو سائے وین سے

www.Paksociety.com

نیچے اترے۔ پھر انہوں نے وین کا پچھلا دروازہ کھول کر دو آدمیوں کو اٹھایا اور کاندھے پر لاد لیا۔

کیپٹن جو دروازے کی جھری سے دیکھ رہا تھا۔ سمجھ گیا کہ دونوں آدمی جو کاندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں وہ بے ہوش ہیں۔ اتنے میں وین سے تیسرا آدمی نکلا اس نے بھی وین سے ایک بنڈل اٹھایا اور کاندھے پر لاد کر اندر آنے لگا۔

جب وہ تینوں کیپٹن شکیل کے سامنے سے گزرے تو کیپٹن شکیل نے دیکھا کہ ان تینوں میں سے ایک عورت بھی کاندھے پر لدی ہوئی ہے۔ روشنی اتنی نہیں تھی کہ وہ ان کی شکلیں دیکھ سکتا۔ وہ تینوں اس کمرے کے دروازے پر جا کر رک گئے جہاں سے روشنی باہر آ رہی تھی۔

انہوں نے دروازہ کھولا اور تینوں اندر داخل ہو گئے۔ دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔

چند لمحے انتظار کرنے کے بعد کیپٹن شکیل اور تنویر دوبارہ باہر آئے۔ اب کیپٹن شکیل دوبارہ کی ہول سے اندر جھانک رہا تھا لیکن اچانک وہ چونک پڑے۔ جب برآمدہ اچانک تیز روشنی میں نہا گیا۔ ابھی وہ دونوں ٹھیک طرح سنبھل بھی نہ پائے تھے کہ وہی دروازہ کھلا اور دو آدمی ہاتھ میں ریوالور لئے سامنے آئے۔ پھر تو چاروں طرف سے آدمی ہی آدمی ابل پڑے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

کیپٹن شکیل اور تنویر حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہے تھے۔ آدمی انکے چاروں طرف سے اندھیرے ہی سے نکلے تھے۔ اس کا مطلب تھا وہ جب کوٹھی کے اندر داخل ہوئے تھے تب ہی وہ ان کی نظروں میں تھے۔

"اپنے ریوالور نیچے گرا دو۔"

ان میں سے ایک نے حکم دیا۔

اور وہ دونوں ریوالوروں کے سائے میں دروازے کے اندر داخل ہوئے ان کے جاتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔ ان کے ساتھ صرف دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ اندر داخل ہو کر انہیں حیرت کا ایک شدید جھٹکا اور لگا۔

جب انہوں نے فرش پر پڑے ہوئے عمران، جولیا اور صفدر کو دیکھا۔ عمران اور جولیا میک اپ میں تھے اور صفدر اپنی اصلی حالت میں تھا۔ کیپٹن شکیل سمجھ گیا کہ یہ تینوں ہی ابھی وین سے لائے گئے ہیں۔ کمرے میں چھ آدمی کھڑے تھے۔ دو تو وہی تھے جو ان کے ساتھ داخل ہوئے تھے۔

"کیوں یہی وہ فقیر تھا۔ جو باہر بیٹھا ہوا تھا۔"

ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔

"ان دونوں کی تلاشی لو۔"

اس نے ایک آدمی سے کہا۔

اور وہ آگے بڑھ گیا۔ پھر اس نے ان دونوں کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر دیکھا۔ ریوالور تو پہلے ہی باہر چھوڑ آئے تھے۔ اس لئے جیبوں میں اب انہین کیا ملتا۔ تلاشی لینے کے بعد ان دونں کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے گئے اور انہیں ایک طرف کھڑا کر دیا گھا۔

اب وہ سارے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"میرے خیال میں باس کا انتظار کر لیں۔ پھر وہ خود ہی ان سے پوچھ گچھ کر کے ان کے متعلق فیصلہ کر لیں گے۔"

اس آدمی نے کہا۔

باقی سب نے اس کی تائید میں سر ہلا دیا۔

تھوڑی دیر خاموشی میں گزر گئی۔

پھر اچانک دروازہ کھلا اور ایک نقاب پوش سر سے پاؤں تک سیاہ لباس میں داخل ہوا۔ وہ سب کھڑے ہو گئے۔ سیاہ پوش نے ایک نظر عمران، جولیا، صفدر شکیل اور تنویر کیطرف دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

www.Paksociety.com

"یہ دو کون ہیں۔"

اس نے کیپٹن شکیل اور تنویر کیطرف اشارہ کر کے کہا۔

"سر یہ کوٹھی میں گھسے ہوئے تھے۔"

ان میں اسے ایک نے جواب دیا۔

"ہوں۔"

"میرے خیال میں یہ سب میک اپ میں ہیں۔ان کا میک اپ صاف کرو۔" باس نے حکم دیا۔

اوران میں سے ایک نے بڑھ کر الماری میں سے ایک بوتل نکالی اوران سب کے منہ دھلوائے۔صفدر تو پہلے ہی اصلی شکل میں تھا۔باقی سب کا بھی میک اپ صاف ہو گیا۔اوراب وہ سب اصلی شکل میں تھے۔

"اوہو۔یہ سب تو ایکسٹو کی ٹیم کے ارکان ہیں۔"

ان کی اصلی شکلیں دیکھ کران کا باس بھی چونک پڑا۔

"گڈ۔ہماری سب سے بڑی مشکل خود بخود حل ہو گئی۔"

اب صرف ان کا باس ایکسٹو رہ گیا ہے۔وہ بھی قابو میں آجائے گا۔ویسے بھی وہ اپنی ٹیم کے بغیر ہمارا کچھ نہیں کر سکتا۔

"ایس سکس۔ان کو ہوش میں لاؤ اور ایس ٹو تم اس کالے حبشی کو لے آؤ جسے اس دن ہوٹل سے ٹریپ کر کے کوٹھی سے پکڑا گیا تھا۔"

"اوکے۔"

اور ایس ٹو کمرے سے باہر نکل گیا۔ایس سکس آگے بڑھا اور جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر باری باری عمران،جولیا اور صفدر کی ناک سے لگا دی اور خود پیچھے ہٹ گیا۔

سب سے پہلے صفدر کو ہوش آیا۔اس نے پہلے تو ادھر ادھر دیکھا پھر اچھل کر بیٹھ گیا۔پھر عمران نے ایک زور کی چھینک ماری اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"میری جانً ایک بار پھر میرے پاس آؤ میں جی بھر کر تمہیں دل کھول کر دیکھنا چاہتا ہوں۔"

عمران نے دوبارہ اپنی آنکھیں بند کر لیں لیکن پھر جلدی سے کھول دیں۔

"ارے وہ تو سارا خواب تھا۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھ بیٹھا اور پھر آنکھیں جھپکا جھپکا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔اس کے چہرے پر حماقت کے آثار تھے۔اتنے میں جولیا بھی ہوش میں آگئی اور اب وہ چاروں طرف حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔

اور پھر سب چونک پڑے۔جب انہوں نے جوزف کو ہاتھ اٹھائے اندر آتے دیکھا۔ایس ٹو جوزف کو کور کرکے اندر لا رہا تھا۔ایس سکس نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے۔یہ ایک عجیب نظارہ تھا۔تقریباً تمام کی تمام سیکرٹ سروس اس وقت بندھی مجرموں کے سامنے تھی اور مجرم اسی طرح دندنا رہے تھے۔جولیا کے چہرے پر قدرے پریشانی کے آثار تھے لیکن عمران بڑے سکون اور اطمینان سے بیٹھا سب کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے ڈنر میں شریک ہو۔

"دوستو۔اب ہم پوری آزادی سے کام کر سکتے ہیں۔"

نقاب پوش نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"لیکن ان کا فیصلہ ہو جانا چاہیے۔"

ان میں سے ایک نے نقاب پوش سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہین۔ہمارا میجر آپریشن آج رات ہے۔اور میں چاہتا ہوں کہ انہین بھی اس نظارے کو دیکھنے کا موقع ملنا چاہیے۔اس کے بعد ہم ان سب کو گلی سے مار دیں گے۔"

ل قاب پوش کا لہجہ فخریہ تھا۔

"جیسے آپ کی مرضی۔"

پہلے آدمی نے ادب سے سر جھکایا۔

"کیا آپ مینڈک کا آپریشن کرنے والے ہیں۔"

عمران نے اچانک نقاب پوش سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں! اگر تمہارا ملک کو مینڈک فرض کر لیا جائے تو۔"

نقاب پوش نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔

"تم ہی شوگی پاما ہو۔"

عمران نے نقاب پوش کے فقرے کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

اور وہ سب چونک پڑے۔

"ہاں! تمہارا خیال درست ہے۔"

نقاب پوش نے سرد لہجہ میں کہا۔

"تو کیا تم اپنی شکل نہیں دکھاؤ گے۔"

عمران نے ایسے کہا جیسے کوئی عاشق زار اپنی محبوبہ کا دیدار کرنے کے لئے بے تاب ہو۔

"یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔"

نقاب پوش نے جواب دیا۔

ابھی عمران کچھ اور کہنے والا تھا کہ اچانک دروازے سے ایک اور آدمی اندر داخل ہوا۔ شوگی پاما اسے دیکھ کر چونک پڑا۔

آنے والا حاجی مظفر تھا جس کی کوٹھی میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ لیکن اس کے چہرے کی رنگ کچھ اڑی ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے ایک آدمی ٹامی گن اٹھائے ہوئے تھا۔

"سر یہ آدمی کوٹھی کے اندر داخل ہونا چاہتا تھا۔"

ٹامی گن والے نے ادب سے کہا۔

"کیوں نہ داخل ہو۔ آخر کوٹھی اسی کی ہے۔"

شوگی پاما نے مبہم سا جواب دیا۔

"آپ لوگ کون ہیں اور میری کوٹھی میں کیا کر رہے ہیں۔"

حاجی مظفر نے پریشان لہجہ میں کہا۔

"تم حکومت کی پالیسی بدلوانا چاہتے تھے، ہم ساری حکومت کو ہی بدل دینا چاہتے ہیں۔"

"لیکن میں نے حکومت بدلنے کو تو نہیں کہا تھا اور دوسرا میں اپنی کوٹھی میں خلافِ قانون حرکات پسند نہیں کرتا۔"

"ہم تمہاری پسند و ناپسند کے ٹھیکیدار تو نہیں۔"

شوگی پاما نے خوفناک آواز میں کہا۔

"لیکن آخر میری ہی کوٹھی تم نے کیوں پسند کی۔"

"یہ ہم تم سے بہتر جانتے ہیں۔"

پھر شوگی پاما نے ایس ٹو کیطرف کوئی اشارہ کیا۔ اور اچانک ایس ٹو نے جیب سے ریوالور نکال کر حاجی مظفر پر تان لیا۔ ٹامی گن والا ایک طرف ہٹ گیا۔

"تم کیا کر رہے ہو۔"

حاجی مظفر ایس ٹو کی آنکھوں مین چمک دیکھ کر گھبرا گیا۔

لیکن پھر پستول سے ایک شعلہ چمکا۔ ہلکی سی آواز آئی اور حاجی مظفر کے منہ سے ایک بھانک چیخ نکلی اور وہ سینے پر ہاتھ رکھے وہیں ڈھیر ہو گیا۔

چند لمحے اس کا جسم کرب کی حالت میں تڑپتا رہا۔ پھر ساکن ہو گیا۔ گولی شایداس کے دل پر لگی تھی۔

اپنے سامنے ایک آدمی کو یوں مرتادیکھ کر صفدر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ لیکن انہوں نے ہاتھ پشت پر کس کر باندھے تھے کہ وہ مجبور تھا لیکن عمران بڑی دلچسپی سے یہ تماشہ دیکھ رہا تھا جیسے بچے کسی مداری کا تماشہ دیکھتے ہیں۔

"اس کی لاش اٹھا کر لے جاؤ۔"

شوگی پاما نے ٹامی گن والے کو کہا۔

اور اس نے ٹامی گن دیوار کیساتھ رکھ دی اور پھر وہ لاش اٹھا کر باہر نکل گیا۔ سارے ماحول پر ہیبت ناک خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

"ان سب کو ہال میں لے چلو۔"

شوگی پاما نے ایس ٹو کیطرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور خود آگے بڑھ کر کمرے سے نکل گیا۔

ایس ٹو اور اس کے سب ساتھیوں ن ے ریوالور جیبوں سے نکال کر ان سب کو چلنے کا اشارہ کیا۔

سب خاموشی سے اٹھ کر ان کے آگے آگے چل دیئے۔ عمران اب خلاف معمول خاموش تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی طاری تھی۔

اس کمرے سے نکل ک وہ ایک بڑے برآمدے میں آئے اور وہاں سے ایک اور کمرے میں داخل ہو کر وہ

سب ایک بہت بڑے ہال میں پہنچ گئے۔ یہ ہال ایک پوری لیبارٹری معلوم ہوتا تھا۔ ہر طرف مشینیں ہی مشینیں سیٹ تھیں ان سب کو ایک کونے میں کھڑا کر دیا گیا۔ دو ٹامی گن برادر زان پر پہرہ دینے لگے وہ دونوں بے حد مستعد معلوم ہوتے تھے۔

شوگی پاما ایک بہت بڑی میز کے پاس کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ مشین پر لگے ہوئے ہینڈل پر تھے۔ شوگی پاما کے ساتھی بھی ایک طرف چپکے سے کھڑے ہوئے تھے۔

سب دم بخود تھے کہ نجانے شوگی پاما کیا کرتا ہے۔ عمران سوچ رہا تھا کہ اس بار برے پھنسے۔ مجرم ان کی موجودگی میں کچھ کرنے والے ہیں اور وہ بے بس ہیں۔ سب سے بڑاالمیہ یہ کہ عمران اور سیکرٹ سروس کو ابھی تک یہ معلوم نہیں تھا کہ مجرم کیا کرنا چاہتے ہیں۔ عمران کو پہلی بار ایسی سچویشن سے واسطہ پڑا تھا کہ مجرم اس کے سامنے ہیں اور ابھی تک ان کے جرم کا اس کو پتہ نہین چل سکا۔

عمران سوچ رہا تھا کہ اب کچھ کرنا چاہیے ورنہ وہ یہیں کھڑے رہ جائیں گے اور مجرم اپنا کام کر گزریں گے۔

وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ شوگی پاما یکدم پیچھے مڑا اور ان سے مخاطب ہوا۔

"تم دیکھ رہے ہو ہم نے کیا انتظام کرر کھا ہے۔ اوار تمہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں۔ تمہارے ایکسٹو اور سیکرٹ سروس کی میں نے بہت شہرت سن رکھی تھی۔ لیکن اب تم دیکھ رہے ہو کہ میں نے ایکسٹو کو کیسے شکست دی اور جب میرا آپریشن کامیاب ہو گا اور تم سب کی لاشیں اسے ملیں گی سر پیٹتا رہ جائے گا۔

یہ کہہ کر اس نے مشین پر لگے ہوئے ایک سرخ بٹن کو دبایا مشین پر ایک بڑی سی سکرین روشن ہو گئی۔ اس پر سرخ سی لکیریں چمک رہی تھیں۔ شوگی پاما نے ہینڈل کو آہستہ آہستہ گھمانا شروع کر دیا۔ اور اسکرین صاف ہو گئی۔

اور پھر عمران سمیت سب چونک پڑے جب انہوں ن ے سکرین پر صدرِ مملکت کو دیکھا۔ جو کابینہ کے اجلاس کی صدارت کر رہے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ مطلع صاف ہوتا چلا گیا۔

شوگی پاپا نے ایک اور بٹن دبایا تو مشین کیساتھ لگے ہوئے لاؤڈ سپیکر سے آواز نکلنی شروع ہو گئی۔ صدرِ مملکت کابینہ کے اجلاس سے خطاب کر رہے تھے اور ان کی آواز لاؤڈ سپیکر سے نشر ہو رہی تھی۔ عمران کے چہرے پر اضطراب کی لہریں دوڑنے لگیں کیونکہ وہ اس اجلاس کی اہمیت کے بارے میں جانتا تھا اسے معلوم تھا ایک غیر ملکی فوجی معاہدے کے بارے میں ہو رہا تھا۔ جس کی تفصیلات اگر دشمنوں کے ہاتھوں میں پہنچ جاتیں تو ملک کو شدید نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔

"تم نے دیکھا کہ تمہارے ملک کا کوئی راز میرے لئے راز نہیں اور یہ سبز بٹن دیکھ رہے ہو، صرف اس کو دبانے کی دیر ہے یہ ساری عمارت ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائے گی۔"

"اور دیکھو۔" یہ کہہ کر شوگی پاپا نے ہینڈل تیزی سے گھمانا شروع کر دیا سکرین پر منظر بدلنے لگے۔

اب جو منظر اسکرین پر ابھرا تھا۔ عمران اسے دیکھ کر چونک پڑا۔ یہ اس خفیہ لیبارٹری کا منظر تھا جہاں اس کے ملک کے سائنسدان ایک دوست ملک کے سائنسدانوں کے اشتراک سے ہائیڈروجن بم بنانے میں مشغول تھے۔ ہائیڈروجن بم تقریباً تیار تھا اور اب اس کا تجربہ کرنا باقی تھا۔ اور اس وقت اس کے تجربہ کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور اس کی تباہی کا مطلب تھا ملک کی تباہی۔

اب شوگی پاپا کو روکنا عمران کے لئے انتہائی ضروری تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شوگی پاپا ایسے مقاصد لیکر اس ملک میں آیا تھا اور وہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہ گیا۔ اور مجرم نے اپنا خوفناک جال پھیلا لیا۔ یہ پہلا مجرم تھا جس نے عمران کو خطرناک شکست دی تھی۔

اور اس شکست کو اب بھی فتح میں تبدیل کیا جاسکتا تھا۔ اگر شوگی پاپا کو روک دیا جائے۔ لیکن عمران کے ذہن

میں اس کا کوئی حل نہیں آ رہا تھا۔

"دیکھا۔ تمہاری اس خفیہ ترین لیبارٹری کی تباہی اس سبز بٹن میں پوشیدہ ہے۔ دیکھو۔"

شوگی پاپا نے دوبارہ ہینڈل تیزی سے گھمانا شروع کر دیا۔ وہ سب کچھ ایسے کر رہا تھا جیسے کوئی مداری تماشا دکھا رہا ہو۔ لیکن ان سب کے سانس ان کے سینوں میں رکے ہوئے تھے انہیں معلوم تھا کہ اس تماشا کا مطلب خوفناک ترین تباہی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

شوگی پاپا تیزی سے اس خوفناک مشین کا ہینڈل گھما رہا تھا سکرین پر منظر بدل رہے تھے۔ یہ وزارت خارجہ کے خفیہ ریکارڈ روم کے منظر تھا۔ اس میں بڑی بڑی الماریاں تھیں جن میں ملک کے اہم ترین راز بند تھے۔

"تم دیکھ رہے ہو کہ تمہارے ملک کے اہم ترین راز میرے سامنے ہیں اور تم سوچ رہے ہو کہ میں یہ راز کس طرح حاصل کروں گا۔ یہ میں ابھی تباہ کر دوں گا۔ مجھے صرف ایک اطلاع کا انتظار ہے اس کے بعد تم سارا منظر ابھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔"

شوگی پاپا نے سرخ بٹن دبا دیا اور سکرین دوبارہ تاریک ہو گئی۔ شوگی پاپا مشین سے ہٹ کر سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

ادھر عمران اور اس کے ساتھیوں کے چہرے تاریک ہو رہے تھے۔ انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا اس کا تصور ہی انتہائی بھیانک تھا۔ عمران کے علاوہ باقی صرف یہ سوچ رہے تھے کہ شاید عین موقع پر ایکسٹو کیطرف سے کوئی معجزہ رونما ہو جائے لیکن عمران جانتا تھا کہ ٹیم کے بغیر بلیک زیرو کیا کر سکتا ہے۔

شوگی پاپا بیٹھا ایک ایک چہرے کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"اب تمہیں سمجھ آگئی ہو گی کہ میں نے حاجی مظفر کی کوٹھی کو کیوں لیا تھا کہ اس کی کوٹھی ان تینوں گھبوں کے درمیان ہے اور یہاں سے میں اپنا وار کامیابی سے کر سکتا ہوں۔

شوگی پاپا انہیں سمجھا رہا تھا اور اسے کامیاب ہونے کا مکمل یقین تھا اس لئے وہ سب انہیں تفصیل سے بتا رہا تھا اور بندھے ہونے کی وجہ سے وہ اس وقت بے بس تھے۔

عمران سوچ رہا تھا کہ شوگی پاپا کو کس اطلاع کا انتظار ہے۔ وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اسے ساتھ کھڑے ہوئے شکیل کی کہنی اپنی کہنی سے ٹکراتی ہوئی محسوس ہوئی۔ عمران نے فوراً اسے دیکھا تو کیپٹن شکیل نے آنکھیں بند کر لیں اس کا چہرہ حسب معمول سپاٹ تھا۔

عمران کچھ بھی نہ سمجھ سکا۔ اچانک شکیل نے آنکھیں کھول دیں اس نے ایک نظر شوگی پاپا کیطرف دیکھا جو اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ایک اچٹتی ہوئی نظر عمران کیطرف ڈالی جو حیرت سے اسے تک رہا تھا۔ اس نے دوبارہ اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ پھر آنکھیں کھولیں اور پھر بند کر لیں۔ وہ اپنی آنکھیں اسطرح کھول اور بند کر رہا تھا جیسے آنکھیں کوئی چیز پڑ گئی ہو۔

لیکن عمران جو اس کیطرف بغور دیکھ رہا تھا۔ چونک پڑا۔ کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ شکیل اسے آنکھوں کے ذریعے پیغام دے رہا ہے۔

یہ ایک انتہائی خفیہ اور جدید کوڈ تھا۔ جسے حال ہی میں عمران کے ملک کے ذہین ماہرین نے ایجاد کیا تھا۔ اور کیپٹن شکیل کو اس کی ٹریننگ ملٹری میں دی گئی تھی۔ عمران کو بھی اس کوڈ کا علم ہوا تھا اور اس نے ایجاد کرنے والے کی صلاحیت کی داد دی تھی۔

اب کیپٹن شکیل نے اس کوڈ کو اس موقع پر استعمال کر کے عمران کی نظر میں اپنی وقعت اور بڑھا لی تھی۔

چند منٹ تک کیپٹن شکیل آنکھیں بند کرتا اور کھولتا رہا اور پھر اس نے نظریں پھیر لیں۔ عمران نے سارا پیغام سمجھ لیا تھا اسے علم ہو گیا کہ کیپٹن شکیل نے اپنے بندھے ہوئے ہاتھ کسی نہ کسی طرح کھول لئے ہیں۔ عمران دل ہی دل میں شکیل کی ذہانت کی داد دے رہا تھا۔

اب شوگی پاپا بھی کرسی سے اٹھ کر ٹہل رہا تھا۔ اس کے انداز میں بے چینی ظاہر تھی۔ وہ شاید اس اطلاع کا منتظر تھا۔

پہرہ دینے والے اپنی اپنی جگہ پوری طرح مستعد تھے۔

اچانک عمران نے کیپٹن شکیل کا ہاتھ اپنی پشت پر رینگتا ہوا محسوس کیا اور عمران کے چہرے پر اطمینان کی لہریں دوڑنے لگیں۔ کیونکہ عمران کے ہاتھوں پر بندھی ہوئی رسی کسی سخت چیز سے آہستہ آہستہ کٹ رہی تھی۔

ویسے عمران اور کیپٹن شکیل بے حس و حرکت کھڑے تھے۔

چند ہی لمحوں میں عمران نے محسوس کیا کہ اس کے ہاتھ رسی کی سخت بندش سے آزاد ہو چکے ہیں۔ اب کیپٹن شکیل کا ہاتھ اس کی پشت پر تھا۔ اور اچانک عمران نے کیپٹن شکیل کے ساتھ کھڑے ہوئے صفدر کو چونکتے دیکھا لیکن صفدر ذہین تھا اس کا چہرہ اب سپاٹ تھا۔

عمران سمجھ گیا کہ کیپٹن شکیل پہلے طریقے سے صفدر کے ہاتھوں کی رسی بھی کھول رہا ہے۔ چند لمحوں بعد کیپٹن شکیل کے دونوں ہاتھ دوبارہ اس کی پشت پر پہنچ چکے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ صفدر کے ہاتھ بھی رسیوں سے آزاد ہو چکے تھے۔

کیپٹن شکیل نے ایک بار پھر معنی خیز نظروں سے عمران کیطرف دیکھا اور پھر آنکھوں کے جھپکنے کا عمل شروع ہو گیا۔

عمران اس پیغام کو بھی سمجھ گیا تھا کہ کیپٹن شکیل اب آئندہ پروگرام کے متعلق پوچھ رہا ہے۔

عمران نے بھی اس طریقے سے بتا دیا کہ وہ چند منٹ انتظار کرے۔

اب عمران سوچ رہا تھا کہ کس طریقے سے اس سچویشن پر قابو پایا جا سکتا ہے پہرہ دینے والے مستعدی سے پہرہ دے رہے تھے اور اگر وہ ذرا سی بھی حرکت کرتا تو یقیناً ٹامی گن سے انہیں بھون دیں گے۔

استنے میں ہال کا دروازہ زور سے کھلا اور ایک خوفناک اور گرانڈیل حبشی اندر داخل ہوا۔اس کا قد اور جسم جوزف سے بے حد مشابہت رکھتا تھا شاید وہ بھی افریقہ کے کسی خونخوار قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔اس نے اپنے جسم پر سیاہ رنگ کی پوستین پہن رکھی تھی۔اس لئے ظاہری نظر میں وہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ بن مانس ہو، انسان نہ ہو۔پوستین کی وجہ سے اس کے سارے جسم پر بال ہی بال دکھائی دے رہے تھے۔

اسے اندر داخل ہوتا دیکھ کر شوگی پاما کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"ڈگی کیا رہا۔"

شوگی پاما نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سر۔سب انتظام ہو گیا۔" حبشی جس کا نام ڈگی تھا ادب سے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"ہیلی کوپٹر چھت پر پہنچ چکا ہے۔" شوگی پاما نے بے چینی سے پوچھا۔

"جی ہاں جناب۔" حبشی نے اسی لہجے میں جواب دیا۔

"کوئی مشکل تو در پیش نہیں آئے گی۔"

"ڈگی کا راستہ دنیا کی کوئی مشکل نہیں روک سکتی جناب۔"

حبشی نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔"

شوگی پاما نے اس سے کہا۔

"اور ہاں تم ہیلی کاپٹر پر جا کر بیٹھو اور اسے اسٹارٹ رکھنا۔ہم آدھے گھنٹے میں پہنچنے والے ہیں۔"

شوگی پاما نے حبشی سے مخاطب ہو کر کہا۔

حبشی نے ادب سے سر کو جھکایا اور واپس مڑ گیا۔

اس نے ایک نظر جوزف کو دیکھا۔اس کی آنکھوں میں ہلکی سی چمک لہرائی اور پھر دروازے سے باہر نکل گیا۔

عمران نے سوچا کہ شاید شوگی پاما کو اسی اطلاع کا انتظار تھا اور وہ سمجھ گیا کہ شوگی پاما ملک کی تباہی مچا کر اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر ہیلی کاپٹر کے ذریعے فرار ہونا چاہتا ہے لیکن شاید شوگی پاما کو جس اطلاع کا انتظار تھا وہ ابھی تک نہین پہنچی تھی کیونکہ وہ بدستور اسی طرح ٹہل رہا تھا۔

"ایس ٹو۔۔وہ لوگ ابھی تک نہیں پہنچے۔"

شوگی پاما نے ایس ٹو کیطرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سر انہیں پہنچ تو جانا چاہیے۔"

ایس ٹو نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

اور شوگی پاما دوبارہ ٹہلنے لگ گیا۔

عمران سمجھ گیا کہ شوگی پاما کو دراصل کسی اطلاع کی نہیں بلکہ چند آدمیوں کا انتظار ہے۔اب عمران سوچ رہا تھا کہ وہ آدمی کون ہو سکتے ہیں اور شوگی پاما ان کیساتھ کیا کرنا چاہتا ہے۔

محول پر گھمبیر خاموشی طاری تھی۔وقت آہستہ آہستہ رینگ رہا تھا۔

اور عمران کے ساتھیوں کے دل بھی وقت کیساتھ ساتھ دھڑک رہے تھے۔ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر سوچ رہا تھا کہ دیکھو اب کیا ظہور میں آنے والا ہے۔ان کی ساری امیدیں اب ایکسٹو کیطرف لگی ہوئی تھیں لیکن ایکسٹو کی طرف سے ابھی تک کچھ بھی نہین ہوا تھا۔

لیکن عمران جانتا تھا کہ بلیک زیرو اکیلا کیا کر سکتا ہے۔عمران یہاں بری طرح پھنسا ہوا تھا کافی دیر خاموش رہنے سے اب اس کی زبان پر کھجلی ہو رہی تھی۔

"مم۔۔مم میں کچھ عرض کر سکتا ہوں۔"

عمران اچانک بول پڑا۔

اس کی آواز سے شوگی پاما اور اس کے ساتھی بے ساختہ چونک پڑے۔

جیسے کمرے میں ایٹم بم پھٹ گیا ہو۔

"کیا بات ہے۔"

شوگی پاما تلخی سے بولا۔

"میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں۔"

عمران کے لہجے میں عاجزی عیاں تھی۔

"کیا مطلب؟"

شوگی پاما نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے کہ اگر آپ مجھے چھوڑ دیں تو میرے ماں باپ ساری عمر آپ کے بال بچوں کو دعائیں دیتے رہیں گے۔"

عمران نے دانت نکال دیئے۔

اور کمرے میں شوگی پاما کا قہقہہ گونج اٹھا۔

"خوب۔ خوب لیکن تمہیں کس نے کہا تھا کہ تم سیکرٹ سروس میں شامل ہو جاؤ۔"

"جناب میں تو سیکرٹ سروس کے نام کے کسی جانور کو نہیں جانتا۔ میں تو بالکل بے گناہ ہوں۔"

عمران کا لہجہ عاجزی سے اتنا بھرپور تھا کہ جولیا، صفدر اور جوزف کا منہ بگڑ گیا۔ انہیں عمران کی یہ عاجزی قطعی پسند نہیں آئی تھی۔

"باس۔ تم کیا عورتوں والی باتیں کر رہے ہو۔"

جوزف اچانک پھٹ پڑا۔

وہ یہاں آنے کے بعد پہلی بار بولا تھا۔

اب تک وہ آنکھیں بند کئے اونگھتا رہا تھا شاید اس کی یہ حالت شراب نہ ملنے کی وجہ سے تھی۔ لیکن اب اس کے چہرے پر غصے کی سرخی آ گئی تھی۔

"تم چپ رہو شب تار کے بچے۔ میری جان کوئی فالتو ہے جو میں خواہ مخواہ دوسروں کے لئے مارا جاؤں۔"

عمران نے اسے مخاطب کرتے ہوئے غصے سے کہا اور جوزف منہ بگاڑ کر چپ ہو رہا۔

"اچھا اگر تم بتا دو کہ ایکسٹو کون ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔"

شوگی پاما نے دلچسپی سے عمران سے کہا اور اب وہ چل کر عمران کے بالکل سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

"میں بتا دوں گا لیکن اگر تم اپنے وعدے سے مکر گئے تو۔"

عمران نے شوگی پاما کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں قسم کھا کر کہہ رہا ہوں کہ اگر تم نے سچ سچ بتلا دیا تو میں تمہیں رہا کر دوں گا۔"

شوگی پاما کی آواز میں خوشی کا عنصر نمایاں تھا۔ وہ ایک قدم اور آگے بڑھ آیا۔ اب وہ عمران کے بالکل سامنے تھا۔

"کیا خیال ہے بتا دوں؟"

عمران نے کیپٹن شکیل کیطرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بتا دو۔ مجھ سے کیا پوچھ رہے ہو۔"

کیپٹن شکیل نے اطمینان سے جواب دیا۔ لیکن کیپٹن شکیل اس کی آنکھوں سے ملنے والا پیغام سمجھ چکا تھا۔

عمران نے اسے آئی کوڈ کے ذریعے ہوشیار رہنے کا کہا تھا۔

اچھا تو سنو

عمران نے دوبارہ شوگی پاپا کی طرف رخ کر کے کہا۔

عمران کے ساتھیوں نے حیرت سے سانس روک لئے۔ کیونکہ اگر عمران واقعی ایکسٹو کے متعلق بتا رہا تھا تو وہ یقیناً اُن کے لئے بھی ایک نئی خبر تھی۔ سب جانتے تھے کہ عمران ایکسٹو کو بخوبی جانتا ہے۔ جولیا کی حالت سب سے زیادہ خراب تھی جس اطلاع کی وہ مدت سے منتظر تھی۔ وہ اب سامنے آنے والی تھی۔ لیکن اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ عمران کو کسی طریقے سے بات بتانے سے باز رکھے۔ سچویشن ہی ایسی تھی کہ وہ اپنی محرومی گوارا کر سکتی تھی لیکن ایکسٹو کو ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔ لیکن عمران کو وہ روک نہیں سکتی تھی۔ اس کے دل میں عمران کے خلاف نفرت کا ایک لاوا ابل رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ عمران کبھی اپنی جان بچانے کے لئے ایکسٹو کو ظاہر بھی کر سکتا ہے لیکن اب صورت حال اس کے سامنے تھے۔

"بتاؤ۔ تم رک کیوں گئے۔"

شوگی پاپا نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ایکسٹو دراصل۔۔۔"

عمران نے بتانا شروع کیا۔

اور شوگی پاپا نے اپنا منہ عمران کے اور نزدیک کر لیا۔

اور پھر اچانک وہ ہو گیا جس کی امید ان میں سے کسی کو بھی نہ تھی۔

عمران نے بجلی کی طرح حرکت کی اور شوگی پاپا کو اس نے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے سامنے کر لیا۔

عمران کے حرکت میں آتے ہی کیپٹن شکیل اپنی جگہ سے اچھلا اور پھر ٹامی گن والا زمین پر تڑپ رہا تھا۔ کیپٹن کی زوردار فلائنگ کک اس کے سینے پر پڑی تھی۔ ٹامی گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا پڑی تھی۔

شوگی پاپا کے ساتھی حیران و پریشان کھڑے تھے کہ اچانک صفدر نے ٹامی گن اٹھا کر انہیں کور کر لیا۔ لیکن پھر ٹامی گن اسکے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑی اور وہ پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا۔ ورنہ دوسری صورت میں ٹامی گن سے نکلنے والی گولیاں اسے بھون کر رکھ دیتیں۔

ٹامی گن سے نکلنے والی گولیوں نے شوگی پاپا کے ساتھیوں کو جیسے خواب سے چونکا دیا۔

ان سب کے ہاتھ جیبوں میں رینگے۔

ادھر شوگی پاپا عمران کے ہاتھوں میں بری طرح مچل رہا تھا۔ شوگی پاپا کسی بھینسے کی طرح طاقت ور تھا۔ کیونکہ عمران کو اسے قابو میں رکھنے کے لئے کافی سے زیادہ طاقت استعمال کرنی پڑ رہی تھی۔

اچانک کمرہ گھپ تاریکی میں ڈوب گیا۔ کیونکہ کیپٹن شکیل نے سچوئشن دیکھتے ہوئے عقلمندی کا مظاہرہ کیا اور دیوار پر لگے ہوئے مین سوئچ کو آف کر دیا۔

اب اندھیرے میں جنگ ہو رہی تھی۔ گولیاں دھڑا دھڑ چل رہی تھیں ریوالوروں کے شعلے کبھی کبھی اندھیرے میں چمک اٹھتے۔

پھر عمران کے ہاتھوں سے شوگی پاپا نکل گیا۔

"باہر نکلو۔"

عمران کی آواز آئی۔

ایک گولی اس کیطرف لپکی۔ لیکن عمران کیپٹن شکیل اور صفدر زمین پر کروٹیں لے لے کر دروازے کیطرف جا رہے تھے۔ پھر اندھیرے میں دو چیخیں گونجیں۔ عمران، صفدر اور کیپٹن کے دل ڈوب گئے۔ کیونکہ دونوں چیخیں جولیا اور تنویر کی تھیں۔ پھر یکدم خاموشی چھا گئی شاید شوگی پاپا اور اس کے ساتھی کمرے سے باہر نکل گئے تھے اب باہر سے بھی گولیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

www.paksociety.com

www.Paksociety.com

اچانک کمرے میں روشنی ہوگئی۔ یہ کام عمران کا تھا۔ کیونکہ اگر شوگی پاپااور اس کے ساتھی کمرے میں ہوتے توان سب کی جانیں سخت خطرے میں تھیں لیکن عمران گومگو کے عالم سے نکلنا چاہتا تھا۔اس لئے اس نے روشنی کردی تھی۔

واقعی کمرہ شوگی پاپااور اس کے ساتھیوں سے خالی تھاشاید وہ سچویشن کے تبدیل ہونے سے گھبرا گئے تھے۔

"کیپٹن شکیل انہیں سنبھالو۔"

عمران نے جھٹکے سے ٹامی گن اٹھائی اور دروازے سے باہر نکل گیا۔کیپٹن اور صفدر پھرتی سے جولیااور تنویر کیطرف بڑھے۔ لیکن شکر ہے دونوں زندہ تھے۔تنویر کے بائیں پہلو میں دو گولیاں لگی تھیں اور جولیا کے بازو میں گوی کا سوراخ تھا۔خون بہہ جانے کی وجہ سے وہ دونوں بے ہوش تھے جوزف قطعی بچ گیا تھا کیونکہ سچویشن بدلتے ہی وہ لپک کر پاس پڑے ہوئے ایک بڑے بورڈ کے پیچھے چھپ گیا تھا۔

کیپٹن شکیل نے بازو میں پہنے ہوئے کنگن سے ان تینوں کی ریساں کاٹ دیں۔ شاید پہلے بھی اس نے اپنی، عمران اور صفدر کی ریساں اسی سے کاٹی تھیں۔

"صفدر تم دوسری ٹامی گن اٹھالواور باہر نکل کر باہر کے ادمیوں کو بھون ڈالو میں اتنے میں یہ سب مشینیں اڑاتا ہوں۔"

یہ کہہ کراس نے کرسی اٹھائی اور زور سے سامنے والی بڑی مشین پر دے ماری۔ مشین کا ڈائل ٹوٹ گیا۔

ادھر صفدر نے لپک کر دوسری ٹامی گن اٹھالی اور باہر کیطرف لپکا لیکن پھر جھٹکے سے رک گیا۔کیونکہ سامنے دو آدمی جو صفدر کے دشمن ملک کے سفارتخانے سے تعلق رکھتے تھے۔ہاتھ اٹھائے آتے نظر آئے۔ان کے پیچھے ایکسٹوٹامی گن لئے اندر آیا۔ایکسٹو کے مخصوص نقاب سے وہ ایکسٹو کو فوراً پہچان گیا۔

"صفدر! کوئی زخمی تو نہیں ہوا۔"

ایکسٹو نے پوچھا۔

"سر! تنویر اور جولیا سخت زخمی ہیں،ان کی حالت خراب ہے۔"

صفدر نے جلدی سے جواب دیا۔

"تو پھر جلدی کرو۔ان دونوں کو اٹھا کر باہر کھڑی وین میں رکھواور دانش منزل لے جاؤ۔ڈاکٹر اکرم کو فون کر کے بلوالینا۔میں نے باہر والے سب اڑادیئے ہیں۔"

صفدر نے لپک کر جولیا کو کاندھے پر ڈالا اور باہر کیطرف بھاگا۔ادھر جوزف نے تنویر کو کاندھے پر لادااور باہر کیطرف بھاگا۔ پھر ایکسٹو نے انکو واپس مڑنے کا اشارہ کیا۔اور کیپٹن شکیل جواب بھی دیوانہ وار مختلف چیزیں اٹھا اٹھا کر مشینوں پر مار رہا تھا۔

"شکیل! تم ذرا ٹھہرو میں ابھی آرہا ہوں۔"

اور خود ان کو لے کر باہر نکل گیا۔

ایکسٹو کی آواز سن کر شکیل نے ماتھے پر آنے والا پسینہ پونچھا اور پھر ایک اور مشین کیطرف بڑھ گیا۔

"شکیل باہر نکل آؤ۔"

ایکسٹو کی آواز دروازے سے آئی۔

جوان دونوں کو باہر صفدر اور جوزف کے حوالے کر کے واپس آگیا تھا کیپٹن شکیل دروازے سے باہر نکل آیا۔

"تم باہر جا کر کار اسٹارٹ کرو۔ میں آرہا ہوں۔"

اور کیپٹن شکیل پھرتی سے کار کیطرف بڑھ گیا۔اس نے جلدی سے کار کا دروازہ کھولا اور کار سٹارٹ کر دی۔ چابی اس میں لگی ہوئی تھی۔اتنے میں ایکسٹو بھی بھاگتا ہوا باہر آیا۔صفدر اور جوزف کی وین جا چکی تھی۔

"چلو۔جلدی سے باہر نکلو۔"

اور کار تیر کیطرح پھاٹک سے باہر نکل گئی۔

ابھی وہ دو بمشکل سڑک پر مڑے ہی تھے کہ ایک کان پھاڑ دھماکہ ہوا اور پوری عمارت سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔

"ٹائم بم۔"

کیپٹن شکیل نے ایکسٹو کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں۔ جتنی جلدی ہو سکے زولا پہاڑی کیطرف چلو۔ میں نے مجرموں کا ہیلی کاپٹر ادھر جاتے ہوئے دیکھا ہے۔"

ایکسٹو نے کہا۔

اور کیپٹن شکیل نے ایکسلیٹر پر پاؤں کا پورا زور ڈال دیا اور کار گولی کیطرح زولا پہاڑی کیطرف دوڑنے لگی۔

عمران ٹامی گن اٹھائے تیزی سے دروازے سے باہر نکلا وہ ایک کمرے میں تھا۔ اس نے پھرتی سے کمرہ پار کیا اور برآمدے میں پہنچ گیا۔ باہر گولیاں چل رہی تھیں اور ٹامی گنوں کی مخصوص ریٹ ریٹ کی آواز گونج رہی تھی۔ برآمدے میں سامنے ہی اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں تھیں وہ دو دو سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے اوپر جانے لگا۔

کوئی پچاس کے قریب سیڑھیاں طے کر کے وہ چھت پر پہنچا چھت پر ایک بہت بڑا ہیلی کاپٹر کھڑا تھا۔ مجرم شاید کسی اور ذریعے سے چھت پر پہلے ہی پہنچ چکے تھے اور جس وقت عمران پہنچا ہیلی کاپٹر کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ اور پھر تیزی سے بلند ہونے لگا۔

عمران ہیلی کاپٹر کیطرف لپکا لیکن وہ اس کے نزدیک پہنچنے سے پہلے زمین سے تقریباً چار فٹ اوپر اٹھ چکا تھا۔

اور عمران پر تو دیوانگی طاری ہو گئی اس نے ٹامی گن پھینکی اور لپک کر ہیلی کاپٹر کا پائیدان دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔

اسے معلوم تھا کہ مجرم اگر ایک ہاتھ سے نکل گئے تو پھر وہ انہین دوبارہ نہیں پا سکے گا۔ اس لئے اس نے اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کی اور ہیلی کاپٹر سے چمٹ گیا۔

اب ہیلی کاپٹر کافی بلند ہو چکا تھا۔ اور ہیلی کاپٹر کے پائیدان سے چمٹا ہوا عمران کسی حقیر کیڑے کیطرح معلوم ہو رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو چکا تھا۔

ہوا کا دباؤ عمران کو ناقابل برداشت معلوم ہو رہا تھا۔ کیونکہ ہیلی کاپٹر کی رفتار اب خاصی تیز تھی۔ اس کے ہاتھ سُن ہو چکے تھے عمران بخوبی جانتا تھا اگر وہ ہیلی کاپٹر سے گر گیا تو اس کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہ چلے گا۔ اس نے بازوؤں پر زور دیا پھر اس کی ٹانگیں کسی ماہر جمناسٹ کیطرح اوپر اچھلیں اور اسی پائیدان سے جا لگیں جن کو ہاتھوں سے پکڑا ہوا تھا۔ اب مسئلہ تھا پائیدان کے اوپر چڑھنے کا۔ لیکن یہ ناممکن معلوم ہو رہا تھا۔

کیونکہ ہوا کا دباؤ اس کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔ ادھر اس کے ہاتھ لمحہ بہ لمحہ سن ہو رہے تھے۔ زور آزمائی کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ یہ اس کی جان کی بازی تھی وہ برابر پائیدان پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اس کے ہاتھوں کی گرفت لمحہ بہ لمحہ کمزور پڑتی جا رہی تھی۔

اور پھر اچانک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے ہاتھ بے جان ہو گئے ہیں۔ عمران کا دل لرز اٹھا۔ بھیانک موت سامنے منہ پھاڑے کھڑی تھی۔

www.paksociety.com

اس نے اپنی پوری کوشش کی کہ اس کے ہاتھ پائیدان سے علیحدہ نہ ہوں لیکن افسوس اس کی سب محنت رائیگاں گئی اور وہ دونوں ایک جھٹکے سے پائیدان سے علیحدہ ہو گئے۔ عمران کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا دل تحت اکثری میں چلا گیا ہو۔

اس کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔ اس نے سمجھا کہ وہ اب ہمیشہ کے لئے ہیلی کاپٹر سے نیچے پھیلے ہوئے گھپ اندھیرے میں گم ہو جائے گا۔ لیکن شاید ابھی اس کی زندگی باقی تھی کیونکہ اب وہ پاؤں کے بل ہیلی کاپٹر کے پائیدان سے لٹکا ہوا تھا۔

طالب علمی کے زمانے میں کی ہوئی جمناسٹک اس کی جان بچا گئی اس کے دونوں پیر پائیدان سے چمٹے ہوئے تھے اور وہ سر کے بل نیچے لٹکے ہوئے تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ فضا میں جھول رہے تھے۔

ہوا کا دباؤ لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا تھا۔ کیونکہ ہیلی کاپٹر کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی عمران نے سوچا کہ اب تو اتفاقاً زندگی بچ گئی لیکن اگر یہی سچویشن تھوڑی دیر اور قائم رہی تو وہ یقیناً نیچے گر پڑے گا۔ اس لئے اس نے پھرتی سے جسم کو موڑا اور پھر اس کے ہاتھ دوبارہ پائیدان سے چمٹ گئے اس نے آخری کوشش کی اور ایک زوردار جھٹکے سے وہ پائیدان کے اوپر تھا اس کا سانس پھول چکا تھا۔

اس نے ایک لمحہ تک اپنی سانس برابر کی۔ اب عارضی طور پر تو وہ محفوظ تھا لیکن مسئلہ تھا اس ہیلی کاپٹر کو کسی طرح قابو کرنے کا۔ اور یہ تب ہی ہو سکتا تھا اگر وہ ہیلی کاپٹر کے اندر گھس جاتا۔

لیکن ٹریجڈی یہ تھی کہ اس کی جیب میں ریوالور بھی نہ تھا اور ٹامی گن وہ وہیں چھت پر ہی پھینک آیا تھا۔

ہیلی کاپٹر کافی دور نکل آیا تھا۔ اچانک عمران نے محسوس کیا کہ ہیلی کاپٹر کی رفتار کم ہو رہی ہے۔ شاید وہ یہیں کہیں اترنا چاہتے تھے۔ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نیچے دیکھا تا کہ وہ دیکھ سکے کہ وہ کونسی جگہ پر پہنچ چکے ہیں لیکن نیچے گھپ اندھیرا تھا۔ اب ہیلی کاپٹر کی رفتار کافی کم ہو چکی تھی اور وہ آہستہ آہستہ نیچے اتر رہا تھا۔

اچانک اسے نیچے ایک ہلکی سی روشنی نظر آئی جو فوراً ہی معدوم سی ہو گئی عمران سمجھ گیا کہ یہ روشنی کسی بیٹری کی تھی اسی طرح روشنی تین بار چمکی اور بجھ گئی۔ عمران سمجھ گیا کہ ہیلی کاپٹر کو اترنے کے لئے سگنل دیئے جا رہے ہیں۔

مجرموں نے فرار ہونے کا پورا انتظام کر رکھا تھا۔ اب ہیلی کاپٹر کافی نیچے آ چکا تھا۔ اب عمران کو نظر آ گیا کہ ہیلی کاپٹر دارالحکومت سے تقریباً چالیس میل دور زولا پہاڑی پر اترنے والا ہے۔

پہاڑی اب آہستہ آہستہ عمران سے نزدیک ہوتی جا رہی تھی۔ پہاڑی پر ہر طرف اندھیرے کی چادر تنی ہوئی تھی۔ ویسے عمران سگنل دیکھ کر سمجھ چکا تھا کہ نیچے شوگی پاما کے آدمی موجود ہیں۔

اب اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہ تھا کہ جیسے ہی ہیلی کاپٹر پہاڑی کے نزدیک پہنچے وہ چھلانگ لگا دے اور پھر جو بھی ہو دیکھا جائے گا۔

اب پہاڑی بالکل قریب آ چکی تھی۔ عمران نے فاصلے کا اندازہ لگایا اور پھر پنجے جوڑ کر نیچے چھلانگ لگا دی۔ یہ ایک خطرناک چھلانگ تھی کیونکہ اندازے کی معمولی سی غلطی اسے ہمیشہ ہمیشہ کی نیند سلا سکتی تھی۔ لیکن عمران کا اندازہ صحیح ثابت ہوا۔ فاصلہ تقریباً اتنا ہی تھا جتنا اس نے خیال کیا تھا۔ اور پھر جیسے ہی اس کے پنجے زمین سے پر لگے وہ لڑھکتا ہوا نیچے گرنے لگا۔ اس نے چھلانگ اس طرح لگائی تھی کہ پنجے زمین پر لگیں اور پھر وہ لڑھک جائے۔ ورنہ اس کے جسم کی کوئی نہ کوئی ہڈی ٹوٹ جاتی۔

پتھریلی زمین ہونے کی وجہ سے چوٹیں تو اب بھی اس کے جسم پر کافی لگی تھیں لیکن شکر ہے زیادہ شدید نہیں تھیں۔ وہ برابر نیچے کیطرف لڑھک رہا تھا۔

www.Paksociety.com

اس نے لڑھکتے ہوئے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارے تا کہ کوئی چیز پکڑ کر لڑھکنے سے بچ جائے۔ لیکن کافی دور تک اس کے ہاتھ مین کوئی چیز نہ آئی۔ پھر اچانک ایک جھاڑی پر اس کا ہاتھ پڑ گیا۔ جھاڑی اتفاق سے کانٹے دار تھی اس لئے اس کے ہاتھ میں لاتعداد کانٹے چبھ گئے۔

لیکن اس کا فوراً دوسرا ہاتھ زمین پر آگیا۔ اور وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا جس ہاتھ سے اس نے جھاڑی پکڑی تھی۔ اس سے خون بہتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے کوئی پرواہ نہ کی اور دوبارہ پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ اب وہ کافی محتاط معلوم ہو رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر پہاڑی پر رک چکا تھا۔ وہ جلد ہی اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھل چکا تھا اور اس میں سے مجرم باہر نکل آئے تھے۔

اب عمران مجبور تھا کیونکہ اس کے پاس ریوالور نہیں تھا۔ اس نے ان میں سے کسی کو پھانسنے کے متعلق سوچا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ ان میں سے کوئی علیحدہ ہو اور وہ اسے پکڑے۔ پھر اسے یہ موقع بھی مل گیا۔ ان میں سے ایک آدمی پہاڑی کیطرف بڑھا۔ جیسے ہی وہ ایکطرف کو ہوا۔ عمران بھی اس کے سر پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور ہے اور دوسرے ہاتھ سے اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی بیٹری نکالی شاید وہ کسی کو سگنل دینے جا رہا تھا۔۔

پیج 147 اور 148 مسنگ ہے

حبشی بے پناہ طاقت ور ہے کیونکہ عمران کی گردن حبشی کے ہاتھوں میں آگئی تھی اور وہ اس کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ اور عمران اس کے پیٹ پر مکے مار رہا تھا۔ عمران کا ایک زوردار مکا اس کی پسلیوں پر پڑا۔ عمران کے گلے سے ایک لمحہ کے لئے گرفت ذرا ڈھیلی پڑ گئی۔ عمران تڑپ کر علیحدہ ہو گیا۔

پھر اسے پنڈلی کیساتھ بندھے ہوئے خنجر کا خیال آیا۔ کیونکہ اس کی پنڈلی کیساتھ ہمیشہ ایک خنجر چمڑے کے مضبوط تسمے سے بندھا رہتا تھا۔ اس نے فوراً خنجر کھینچا اور حبشی کے مقابلے پر تن گیا۔

خنجر نکالنے کے دوران ایک زوردار مکا عمران کے جبڑے پر پڑا اور پھر عمران کا پہلا خنجر کا وار حبشی کے سینے پر پڑا اور خنجر دستے تک حبشی کے سینے میں گھس گیا۔

حبشی کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ سینے کو دبائے نیچے گر گیا۔ وہ شاید مر رہا تھا کیونکہ خنجر کا وار عین اس کے دل پر پڑا تھا۔

عمران نے نفرت سے بھرپور ایک ٹھوکر حبشی کے جسم پر ماری۔ حبشی مر چکا تھا۔ عمران خنجر لئے دوسروں کو دیکھ رہا تھا۔ اسے ایک شخص اپنی طرف آتا دکھائی دے رہا تھا۔ عمران سمجھ گیا کہ یہ کیپٹن شکیل ہے۔

"کیپٹن شکیل۔" عمران نے چیخ کر کہا۔

"عمران صاحب!۔" کیپٹن شکیل وہیں رک گیا۔ وہ شاید اسے شوگی پاما کا آدمی سمجھ رہا تھا۔

"کیا سچویشن ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"شوگی پاما اور اس کے دوساتھی ہمارے قابو آچکے ہیں۔ باس انہیں ریوالور سے کور کیے ہوئے ہیں۔" کیپٹن شکیل نے قریب آتے ہوئے کہا۔

وہ حبشی کے پاس آ کر رک گیا اور حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں۔اسے میں نے مارا ہے۔" عمران نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔اور وہ دونوں ادھر چل پڑے جہاں ایکسٹو نے شوگی پاما اور اس کے دو ساتھیوں کو ریوالور سے کور کر رکھا تھا۔

"عمران۔" ایکسٹو نے انہیں آتا دیکھ کر کہا۔

"یس سر۔" عمران نے کہا۔ "میرا خیال انہیں باندھنا چاہیے کہیں یہ راستے میں گڑبڑ نہ کریں۔"

"اوکے۔" عمران نے یہ کہہ کر پنڈلی سے بندھا ہوا تسمہ کھولا اور پھر اس نے شوگی پاما کے ہاتھ پشت پر باندھے۔دوسروں کو کیپٹن نے ٹائی اور بیلٹ سے باندھ دیا اب وہ تینوں دھکیلتے ہوئے پہاڑے سے نیچے جا رہے تھے۔

"نیچے بھی تو انکے آدمی تھے۔" عمران نے ایکسٹو سے کہا۔

"ہاں۔انہیں ہم نے پہلے ختم کر دیا ہے۔" ایکسٹو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"لیکن آپ یہاں کیسے پہنچے۔" عمران نے دوسرا سوال کر دیا۔

"اپنے اندازے سے۔"

ایکسٹو کی آواز آئی۔

اور عمران بلیک زیرو کی ذہانت دیکھ کر سر پر ہاتھ مارنے لگا۔

☆☆☆☆

دانش منزل کے ہال میں سیکرٹ سروس کے ارکان بیٹھے تھے۔صرف تنویر موجود نہیں تھا کیونکہ وہ ابھی زیر علاج تھا ویسے اب اس کی حالت خطرے سے باہر تھی۔جولیا بھی بازو پر پٹی باندھے ان کے درمیان موجود تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ان سب کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے۔کیونکہ انہوں نے ایک بہت بڑے کیس کو بخوبی نپٹایا تھا۔ اب یہاں وہ ایکسٹو سے اس کی تفصیل سننے کے لئے جمع ہوئے تھے۔پھر سب ٹرانسمیٹر کیطرف متوجہ ہو گئے جس کا بلب اسپارک کر رہا تھا۔

جولیا آگے بڑھی اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ممبرز۔" ایکسٹو کی مخصوص آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

"کیا سب لوگ موجود ہیں۔"

ایکسٹو نے پوچھا۔

"یس سر۔"

جولیا نے جواب دیا۔

"تم لوگ کیس کی تفصیلات سننے کے لئے بے تاب ہو گے۔یہ کیس میرے لئے کافی دردسر بنا رہا۔شوگی پاما ایک بین الاقوامی مجرم ہے مجھے اطلاع ملی کہ وہ ہمارے ملک میں پہنچ گیا ہے۔میں چوکنا ہو گیا۔لیکن مجھے اس کے آنے کا مقصد معلوم نہیں تھا۔اس لئے سب سے پہلے میں اس کوشش میں لگا رہا کہ کسی طرح اس کا مقصد معلوم ہو سکے۔"

"لیکن کامیابی نہ ہوئی شوگی پاما ایک انتہائی ذہین اور عیار مجرم ہے اس نے اس ملک میں آنے سے پہلے یہاں کی سیکرٹ سروس کے متعلق پوری معلومات حاصل کیں بے انتہا کوشش کے بعد وہ کسی طرقے سے جولیا کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گئے۔اب انہوں نے جولیا کے ذریعے باقی ممبرز کو پھانسنے کا پروگرام بنایا۔"

"اور وہ کسی حد تک کامیاب بھی رہے کیونکہ جولیا کے علاوہ صفدر اور کیپٹن شکیل بھی ان کی قید میں پہنچ گئے۔"

"جولیا کے بتانے پر وہ عمران تک بھی پہنچ گئے لیکن پھر کیپٹن شکیل کی ذہانت، جرات اور دلیری کام آئی اور کیپٹن شکیل، صفدر اور جولیا ان کے چنگل سے باہر نکل آئے۔"

"پھر ہماری توجہ ڈاکٹر جوہر کی لیبارٹری کی طرف مبذول ہوگئی لیکن کافی کوشش کے باوجود ہم کچھ بھی نہ سمجھ سکے۔ جس وقت ہم نے شوگی پاپا کو دیکھا وہ ڈاکٹر جوہر کے میک اپ میں تھا۔ دراصل وہ کسی طریقے سے ڈاکٹر کی لیبارٹری میں پہنچ گیا۔ اور ڈاکٹر جوہر کو اس نے کسی حربے سے طویل میں مبتلا کر دیا۔ شوگی پاپا کو گرفتار کرنے کے بعد ہم نے ڈاکٹر جوہر کی لیبارٹری پر بھی چھاپہ مارا۔ اور ڈاکٹر جوہر کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوگئے۔"

"خیر۔۔۔ڈاکٹر جوہر کی جگہ لینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس لیبارٹری کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ وہ خود بھی ایک ذہین سائنسدان ہے اس نے اس لیبارٹری کو استعمال کیا اور ڈاکٹر کے ایک ادھورے فارمولے سے ایک خطرناک دھند پیدا کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ جس کا تجربہ اس نے دارالحکومت پر کیا جس سے کافی تباہی پھیلی۔ بہرحال ڈاکٹر جوہر کا ایک اور تجربہ جس میں ڈاکٹر جوہر مشغول تھے۔ اس کے دست برد سے بچا رہا۔ ششاید وہ اسے سمجھ ہی نہ سکا۔"

"بہرحال اس کے اس ملک میں آنے کے مقاصد بڑے خطرناک تھے وہ اپنے ساتھ دو تین مقاصد لیکر آیا تھا۔ اس کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ وہ اس لیبارٹری کو تباہ کر دے جہاں ہمارا ملک ہائیڈروجن بم بنا رہا ہے۔ دوسرے وہ صدر مملکت اور دیگر کابینہ کو بھی ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ ملک میں افراتفری پھیل جائے۔ تیسرا وہ وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم سے ان قیمتی معاہدوں کی تفصیل اڑانا چاہتا تھا۔"

"اس نے بڑی خوبی سے ان مقاصد کو ہماری نظروں سے پوشیدہ رکھا اور ہمیں دوسرے معاملوں میں پھنسائے رکھا۔ اور خود در پردہ جال پھیلانے میں لگا رہا۔ اس نے جمیل جیولرز پر ڈاکہ بھی مارا تاکہ ہم لوگ ادھر متوجہ

رہیں اور وہ کامیاب ہو جائے۔ اس دنوں سے اسے ایسی کوٹھی کی ضرورت پڑی جو مذکورہ بالا تینوں جگہوں سے زیادہ قریب ہو اور پھر اس نے حاجی مظفر جیسے غدار وطن کو تاڑا اور اسے چکر میں لاکر کوٹھی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ وہ چاہتا تو جبراً بھی یہ کوٹھی حاصل کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا کیونکہ وہ اس کی بھنک ہمارے کانوں میں نہیں پڑنے دینا چاہتا تھا۔"

"لیکن اتفاق سے تنویر حاجی مظفر سے ٹکرا گیا۔ اور پھر تنویر کی ذہانت سے ہمیں حاجی مظفر سے سارے حالات کا علم ہوا۔"

"اس کے بعد ایک اور چکر چلا اور تقریباً ساری سیکرٹ سروس اس کے قبضے میں چلی گئی۔ وہاں جو کچھ ہوا وہ آپ لوگ دیکھ چکے ہیں۔ ان میں خاص طور پر کیپٹن شکیل قابل تحسین ہیں جنہوں نے سچویشن بدلنے میں اپنی ذہانت سے کام لیا۔ اور اپنے مخصوص کنگن کے ذریعے عمران اور صفدر کی رسیاں کاٹ دیں۔ عمران تو بہرحال عمران ہی تھا۔ اس نے بھی جو کیا اس سے اس کی توقع کی جاتی تھی۔ بعد میں عمران ہیلی کاپٹر کے نیچے جس طرح موت اور زندگی کی کش مکش میں رہا۔ اس کی تفصیل آپ عمران سے سن لیں۔"

"بہرحال میں اتنا کہتا ہوں کہ عمران نے اپنی جان کی بازی لگا دی اور یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم اسے زندہ دیکھ رہے ہیں۔"

"ہیلی کاپٹر پہاڑی پر جا اترا اور میں کیپٹن شکیل کیساتھ اپنے اندازے سے وہاں پہنچا۔ ایک خوفناک لڑائی کے بعد ہم شوگی پاپا اور اس کے دو ساتھیوں کو قابو کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اور اس طرح ایک خوفناک کیس اپنے انجام کو پہنچ گیا۔"

www.paksociety.com

"میں سیکرٹ سروس کے سب ارکان سے بے حد خوش ہوں جنہوں نے اپنی جان کی بازی لگا کر یہ کیس حل کیا۔ایک بار پھر میں صفدر، کیپٹن شکیل، جولیا، تنویر اور عمران کو باری باری مبارکباد دیتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ بھی آپ اسی طرح ملک و قوم کی خدمت میں جانوں کی بازی لگاتے رہیں گے۔"

"اب اگر کوئی بات پوچھنی ہو تو آپ بلا تکلف پوچھ سکتے ہیں۔"

"سر۔وہ آدمی کون تھے جنہیں آپ کور کر کے اندر لائے تھے۔" صفدر نے سوال کیا۔

"ہاں۔ان کے متعلق تو مجھے آپ کو بتانا یاد نہیں رہا۔وہ ہمارے دشمن ملک کے سفارت خانے کے ادمی تھے۔ جو اس خونی دھند کا فارمولا شوگی پاپا سے خریدنے آئے تھے۔شوگی پاپا کا خیال تھا کہ وہ اس فارمولے کو بیچ کر پھر باقی مقاصد میں کامیاب ہو کر فرار ہو گا لیکن اس کا یہ خواب آپ لوگوں کی فرض شناسی کی وجہ سے شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔اوور اینڈ آل۔"

ایکسٹو کی آواز آنی بند ہو گئی۔اور جولیا نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

اب سب عمران کو مجبور کرنے لگے کہ وہ ہیلی کاپٹر والا واقعہ تفصیل سے سنائے۔

"ارے وہ تو کچھ بھی نہیں۔صرف ایک فلم کی شوٹنگ تھی جس میں مابدولت ایک ہیرو کا کردار ادا کر رہے تھے۔"

عمران نے معاملہ ختم کر دیا۔اور جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ویسے پھر بھی کچھ تو بتائیے۔"

جولیا نے عمران کو مجبور کیا۔

"پھر کبھی سہی۔اب میں جا کر سلیمان کی پیٹھ تھپکوں جس نے مجھ سے زبردستی ورزش کرا کر میری جان بچائی۔"

اور وہ عمران کے ساتھ جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"عمران صاحب۔اس بار آپ کے کیپٹن فیاض نظر نہیں آئے۔"

صفدر نے پوچھا۔

"بھئی وہ حج کرنے گیا ہوا ہے۔"

عمران نے صفدر کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔اور صفدر سمجھ گیا کہ فیاض آجکل ملک سے باہر ہے۔

ختم شد

www.Paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM